لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا
انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (١٣ : ٥٢)

نمبر - ٣	كلكته : جمعه - ٢ صفر سنه ١٣٣٤ هجري Calcutta : Friday, December 10 1915.	جلد ١

ترجمان القرآن

يعني قران حكيم كا اردو ترجمه ' از خامۀ اديٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے ' اور انكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يؤتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حكيم کے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القران كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے ' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي ' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے اديٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانيه ' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے ' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں ' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے ' ان سے صرف ساڑھے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ کے نام بهيجنا چاهيے -

" كتاب مرقوم يشهده المقربون " (۸۳ : ۱۸)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را

تازه خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهـــلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله هے جو ایک هي وقت میں دعوة دينيۂ اسلاميۂ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل الله المتین کا واعظ ' اور وحدة کلمۂ امۃ مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه ' و فصول ادبیه ' و مضامین و مقالات سیاسیۂ و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اُردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا هے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآنی نے تعلیمات الاهیه کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا هے ' وہ اسدرجه عجیب و موثر هے که الهلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اُردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه هے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الاهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز هے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله هے جس نے موجوده عهد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الهي سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا هے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبيل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداري پیدا هوگئي هے : و ذلک فضل الله یوتیه من یشآء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جهاد في سبيل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص هے -

(۶) طالبان حق و هدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه ' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں هے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں - وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه هے ' جن میں سے هر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف هے ' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا هے -

(۷) چھه مہینے کي ایک جلد مکمل هوتی هے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی گئي هے - ولایتي کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپنے کي - تیسري ' چوتھي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھی هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسی اردو کتاب میں هوتی هیں تو اسکی قیمت دس روپیه سے کم نہیں هوتی

(۹) با این همه قیمت صرف سات روپیه هے - ایک روپیه جلد کي اجرت هے -

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

: Chief Editor :
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۳ | کلکتہ : جمعہ - ۲ صفر سنہ ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱
Calcutta : Friday, December 10 1915.

بعض اطلاعات مہمہ

(۱) گذشتہ اشاعت میں هم نے "ترجمان القران" ارر "البیان" کي پیشگي قیمتوں کي ترسیل کے متعلق بالتفصیل لکھا تھا - امید ھے کہ احباب کرام اسپر مزید توجہ فرمائیں گے - اگر انھیں یہ کتابیں لیني هیں توبهرحال قیمت بهیجني هي ھے - پھر اسمیں کیا حرج ھے کہ وہ ابھي سے بهیجدیں - ایک ذرا سے تقدیم و تاخیر کے ذریعہ وہ پریس کیلیے اپنے عمل کو مفید بنا سکتے هیں -

(۲) اکثر حضرات نے لکھا ھے کہ "البیان" کي رعایتي پیشگي قیمت کیلیے آخر محرم تک کي مدت مقرر کي گئي تھي - اگر اسے زیادہ وسیع کردیا جاے تو لوگوں کو مزید موقع ملے- هم اسکے لیے بھي طیار هیں :

بجان و دل ' اگرت هست میل ' مانع نیست
مئے مغانہ سبیـــل و در مغـاں بازســـت !

چنانچہ پہلي صفر کي جگہ اب هم آخر صفر تک کي مدت کا اعلان کردیتے هیں جب تک کہ "البیـــان" کا پہلا نمبر شائع هوجائیگا - البتہ واضح رهے کہ اصولاً یہ مدت صرف پہلے نمبر کي اشاعت سے قبل تک هي کیلیے ھے - جن حضرات کي قیمتیں اشاعۃ سے پہلے دفتر میں پہنچ جائینگي ' وہ سب اس اعلان کے ماتحت محسوب هونگي -

(۳) اکثر احباب "البیـان" کے متعلق مزید حالات دریافت کرتے هیں - مثلاً یہ کہ پورے قران کي تفسیر کب تک ختم هوگي؟ کل تفسیر کتني جلدوں میں هوگي ؟ پہلے ٹکڑے میں کتنے حصے کي تفسیر نکلیگي ؟

جواباً گذارش ھے کہ البیان کي اشاعۃ کا کسي قدر انتظار کیجیے - اسي سے سارے سوالات حل هو جائینگے - اسکا اندازہ سردست کون کرسکتا ھے کہ پورے قران حکیم کي تفسیر کتني جلدوں میں ختم هوگي ؟ آپ ایک چھوٹا سا مضمون لکھنے بیٹھتے هیں تو قصد و اندازہ کے خلاف بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتي ھے ؟ پھر کلام الہي کے حقائق و معارف کا تو عالم هي دوسرا ھے :

ایں زمیں را آسمانے دیگر ست !

یہ صرف اللہ هي کے هاتھہ میں ھے کہ وہ اپنے علوم و اسرار کے جتنے دروازے چاھے کھول دے' اور جتني حقیقتوں کو چاھے بے نقاب کردے - جس انداز پر اس وقت تفسیر لکھي جا رهي ھے ' اور جسطرح بلا علم و قصد خود بخود نئي نئي بحثیں کھل رهي هیں اور نئے نئے انکشافات هو رهے هیں ' اوس کے دیکھنے سے تو معلوم هوتا ھے کہ نہایت هي بسط و تفصیل کے ساتھہ هر منزل بحث کو طے کرنا پڑیگا - سردست تفسیر کا پہلا ٹکڑا جو شائع هوگا ' وہ صرف سورۂ فاتحہ کي تفسیر ھے - مگر اسکي سات آیتوں کے اندر هي مباحث و معارف قرآنیہ کا اسقدر وافر ذخیرہ توفیق رباني سے فراهم هو گیا ھے' کہ لکھنے سے پہلے اسکا گمان و وهم بھي نہ تھا - خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ چار پانچ جزو میں یہ حصہ ختم هوجائیگا ' لیکن جب لکھنا شـــروع کیا اور یکے بعد دیگرے مطالب و حقائق سے پردے اٹھنے شروع هوے ' تو نظر آیا کہ پانچ چھہ جزو تو السبع المثاني کي صرف ایک آیۃ کیلیے بھي کافي نہیں ! و للہ در ما قال :

هماں عشق ست بر خود چیدہ چندیں داستاں ' ورنہ
کسے بر معني یک حرف صـد دفتر نمي سـازد !

و في هذ المعني قول قائل اخر :

شربت الحـــب کاسا بعد کاس
فمـا نفد الشـــراب ولا رویت !

اور پھر با ایں همہ تفصیل و توسیع ' اگر اس عاجز کے دل سے پوچھیے تو سچ یہ ھے کہ جو کچھہ هو رها ھے ' یہ بھي ایک اشارہ و رمز سے زیادہ نہیں :

بہ رمز نکتہ ادا مي کنم ' کہ خلوتیاں
سر سبو بکشـــادند و در فرو بستند !

البتہ حق سبحانہ و تعالی سے التجا ھے کہ اولاً وہ عمر و فرصت میں اتني مہلت ضرور عطا فرماے کہ یہ ابتدا کسي نہ کسي طرح انتہاء تک پہنچ جاے' اور جو کچھہ اس نے اپنے فضل عجز نواز سے مرحمت فرمایا ھے ' وہ تدوین و تحریر سے محروم نہ رهے - تاهم یہ بھي اپني آرزو ' اپني نظر ' اپنا پیمانۂ سود و زیاں ' اور اپنا علم نفع و ضرر ھے' اور حکم اسي کا حاکم ' اور حکمت و مصلحت اسي کي حکمت و مصلحت ھے - اگر اسکي مرضي وہ نہو' جو اپني مرضي ھے ' تو پھر وهي هو جو اسکي مرضي ھے : و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ' ان اللہ کان علیما حکیما !

ولو قلت لي مت ' مت سمعاً و طاعۃ
و قلت لداعي الموت اهلاً و مرحبـــا !

و قال في المثنوي :

گر طمع خواهد ز من سلطان دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں !

تفسیر کے علاوہ ایک اهم و مستقل چیز تفسیر کا "مقدمہ" ھے - انشاء اللہ تعالی اسکے ابتدائي اجزا بھي البیان کي اولیں اشاعۃ کے ساتھہ شائع هوجائینگے اور پھر اصل تفسیر کے ساتھہ چھپتے رهینگے - امید ھے کہ مقدمہ بہت جلد پورا هوجاے - کیونکہ وہ ایک مدون و مرتب چیز ھے -

عہـد التـواء و انتظـار

یاد رفتہ کا ایک لمحۂ فکریہ !

رنـد هـزار شیوہ را طاعت حـق گراں نبود
لیک صنم بہ سجدہ در ناصیہ مشترک نخواست !

(۱)

" البـلاغ " جاري هوگیا - یہ اسکا تیسرا نمبر ہے - مگر همیں جو کچھہ کہنا تھا وہ ابتک باقي ہے ' اور شاید همیشہ باقي هي رہے :

بمحشر مي تواں گفت انچہ در دل ماندہ است امشب !

دارالارشاد کے اجراء ' رفتار تصنیف و تالیف کي غیر معمولي تیزي ' ترجمۃ القران اور تفسیر کي ترتیب و اشاعۃ ' اور بعض دیگر اسباب و موانع کے هجوم میں اسي کو غنیمت سمجھا گیا کہ کسي نہ کسي طرح پرچہ جاري هو جاے ' اور بہر صورت اسکے مقررہ اوراق سادہ نہ رهیں - اللہ کے فضل ذرہ نواز نے بہت سي ایسي نظریں اپني زمین پر پیدا کردي هیں جو اس عاجز کے برے بھلے ' ادنی و اعلی ' کمتر و بہتر ' هر طرح کي قلمي خدمات کو پذیرائي بخشنے کیلیے طیار رهتي هیں ' اور جب تک وہ باقي هیں ' مجھے باقي دنیا سے کوئي سروکار نہیں :

از رد و هم قبول تو فارغ نشستہ ایم
اے آنکہ خوب ما نشناسي ز زشت ما !

رد و قبول اور تحسین و تقبیح سے متاثر هونے کیلیے پہلا مسئلہ مخاطبین کے ذوق صحیح اور نظر سلیم کا ہے ' لیکن اس بارے میں زمانے کا جو کچھہ حال ہے ' اور صاحبان رد و قبول کے متعلق جو کچھہ اپنا فیصلہ هو چکا ہے ' اسکے بعد اسکي گنجایش هي کب رهي ہے کہ " رد و قبول " کي نمایشوں سے طبیعت متاثر هو ؟ تاثر تو ایک بڑي چیز ہے - الحمد للہ کہ احساس تک باقي نہ رہا - اور اپنا دائمي ماتم یہ ہے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید
در بزم چوں نماند کسے ' جا بما رسید !

بہر حال رسالہ تو جاري هوگیا ' مگر ابتک لکھنے کا موقعہ بالکل نہیں ملا - ابتدا کے دو نمبروں کے تمام ابتدائي صفحات عربي کے خطبۂ افتتاحیہ نے لے لیے ' اور وہ نہایت اهم اور ضروري مطالب جنکے لیے فواتح سنین ماضیہ کي طرح اردو کے ایک مبسوط و مستقل فاتحۂ البـلاغ کا لکھنا نا گزیر ہے ' ابتک انضباط و تحریر سے محروم هیں - اسي طرح وقت کے بعض مسائل مہمہ هیں جنکے متعلق کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضروري ہے - ازانجملہ " مسلم یونیورسٹي ایسوسي ایشن " کا گذشتہ اجلاس علي گڈہ ' اور خود موضوع " رد و قبول یونیورسٹي " اور اسکے بعض حوالي و اطراف ' ایسے مواضع نظر و انکشاف هیں ' جنسے کسي طرح قطع نظر نہیں کیا جاسکتا -

(تذکار گذشتہ)

لیکن قبل اسکے کہ مستقبل کے آراء و عزائم کي طرف هم متوجہ هوں ' بہتر ہے کہ ایک الوداعي نظر اُس ماضي پر بھي ڈال لیں جو گو جا چکا ہے ' لیکن اس کے نقش پا سے اب بھي بہت سي راهنمائیاں حاصل کي جاسکتي هیں - اسکي یاد رفتہ میں بہت سے تذکار ایسے هیں جن کو مستقبل بھي اپنے جیب و دامن میں ضرور جگہ دیگا -

ممکن ہے کہ مستقبل کے پر کشش ولولوں اور دلچسپ توقعات کے هجوم میں ماضي مہجور کي یاد بعض دوستوں پر شاق گذرے ' جو اپنے وقت خوش کا تمام تر مستحق صرف مستقبل هي کي حیات امید کو سمجھتے هیں ' تاهم انہیں انصاف کرنا چاهیے کہ جو جا چکا ہے وہ هماري مشغولیت کے مطالبہ کیلیے دوبارہ نہیں آئیگا - اگر چند لمحوں کي ایک سرسري نظر تودیع و آخرین کیلیے وہ مستمند و امیدوار ہے ' تو اسے ایک جاتے هوے رفیق کي وہ آخري نظر سمجھیے ' جو گردن موڑ کر آپکو وداع کا سب سے پچھلا پیام پہنچاتي ہے :

مي دید و اشک حسرت مي ریخت همچو باراں !

(ماضي قریب)

اس سلسلے میں سب سے پہلے همیں ماضي قریب کا وہ حصہ بے اختیار یاد آجاتا ہے جو " الہلال " کے بند هونے کي تاریخ سے شروع هوتا ہے ' اور پھر نئے سال کے تمام ابتدائي و وسطي حصے سے گذر کر گذشتہ اگست میں ایک طرح ختم هوجاتا ہے - یہ پورے ایک سال چند هفتوں کے التواء و انزوا ' انتظار و اضطرار ' اعتماد و انکار ' اور مواعید و اعلان کي ایک دلچسپ اور وسیع مدت تھي !

انسان کي ایک عالمگیر غلطي یہ ہے کہ وہ عبرۃ و بصیرۃ کیلیے همیشہ بڑے بڑے حادثوں اور وسیع الاثر مظاهر کا منتظر رهتا ہے ' پر صبح سے لیکر شام تک هر انسان کي چھوٹي سے چھوٹي اور محدود سے محدود زندگي کے اندر جو صدها صدائیں عبرۃ و موعظۃ کي بلند هوتي رهتي هیں ' انسے بالکل کان بند کرلیتا ہے - وہ چاهتا ہے کہ زلزلے آئیں تو میں چونکوں ' آتش فشاں پہاڑ پھٹیں تو میں آنکھیں کھولوں ' طوفان و امواج زمینوں کو غرق کردیں تو میں دیکھوں ' اور بڑي بڑي خونریز لڑائیوں کے شعلے بھڑکیں تو میں سمجھوں ' حالانکہ اگر اسکي دیدۂ بصیرۃ محجوب نہ هوتي ' تو وہ دیکھتا کہ فطرۃ کو اُسکي بڑي بڑي خوفناک قہاریاں دکھلانے پر مجبور کرنا اسکے لیے کچھہ ضروري نہیں ہے ' اگر وہ سمجھنا چاہے تو جو کچھہ خود اُس کے واقعات حیات میں معمولاً هو رہا ہے ' اسي کے اندر بہتر سے بہتر سمجھہ اور اعلی سے اعلی دانائي کي پکار رکھدي گئي ہے :

و کاین من آیۃ في السماوات و الارض ' یمرون علیها و هم عنـها معـر ضـون ؟ (یـوسـف)	اور خدا کي کتني هي نشانیاں آسمان و زمین کے مظاهر و کائنات کے اندر پھیلي هوئي هیں جن پرسے غافل انسان گذرتا ہے ' مگر اسطرح منہہ پھیرے چلا جاتا ہے کہ اسکي نقبتوں پر ایک سرسري نظر بھي نہیں پڑتي !

بلا شبہ یہ گذشتہ ایک سال چند هفتوں کي مدت دنیا کا کوئي عظیم الشان واقعہ نہیں ہے ' اور اگر اسے محدود کرنے پر آئیے تو وہ بہت کچھہ سمٹ بھي سکتا ہے ' جسطرح کوشش کرنے پر بہت کچھہ پھیل سکتا ہے - تاهم میں سونچتا هوں تو طرح طرح کي عبرتوں سے اسکي پوري راہ پر ہے ' اور محض شخصي حیثیت هي سے نہیں ' بلکہ جماعتي اثرات و علائم اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے کتني هي غور طلب بصیرتیں اور ایمان پرور عبرتیں اسکے گوشے گوشے میں بکھري هوئي هیں ! و ان في ذالک لذکري ' لمن کان لہ قلب او القی السمع وهو شهید ! (اواخر " ق ")

(مسئلہ ضمانت)

جبکہ " الہـلال پریس " کي ضمانت ضبط کي گئي ہے اور اسکے لیے دو هزار کے بعد دس هزار روپیہ کي منزل کھولي گئي

ہے' تو اس وقت یہ واقعہ کوئی پہلا واقعہ نہ تھا' اور اسکے نظائر و امثال کے متعدد نمونے جسطرح ہر باشندۂ ہند کے سامنے تھے' میرے سامنے بھی موجود تھے -

میں قومی جوش و خروش اور ایثار و انفاق کے وہ مناظر دیکھ چکا تھا جو اس بارے میں گذشتہ تین سال کے اندر متواتر و مسلسل ظاہر ہوے' اور جنھوں نے تقلید و اتباع کی ایک مقبول راہ آیندہ کیلیے کھول دی تھی -

یکے بعد دیگرے پریسوں سے ضمانتیں مانگی گئیں اور انھوں نے عام پبلک سے اپیل کی - پبلک نے پورے جوش و خروش سے اسپر لبیک کہا' اور ایک ایسی مستعدی و سرگرمی کے ساتھ جسکی نظیر ہندوستان کے تمام جماعتی کاموں میں نہیں ملسکتی' دو ہزار سے لیکر پندرہ ہزار تک کی رقمیں چند ہفتوں میں فراہم کردیں - ایک شخص کے حساب کے مطابق تقریباً چالیس ہزار روپیہ ابتک ضمانتوں کیلیے مسلمان دیچکے ہیں -

رفتہ رفتہ یہ حالت اسقدر عام ہوگئی کہ " ضمانت " کے بعد عام چندے کا ہونا ایک طرح کی لازمی بات سمجھہ لی گئی - اور ارباب مطابع اور پبلک' دونوں نے ایک قدرتی اور لا بدی حقیقت کی طرح اسپر اتفاق کرلیا -

چنانچہ جب کبھی ضمانت کی صورت پیش آئی تو اسکی اپیل اسطرح کی گئی جیسا کہ ایک طے شدہ اور قدرتی بات کو ہونا چاھیے' اور جب کبھی مانگا گیا' تو دینے والوں نے بھی اسیطرح بلا تامل و بے دریغ دیا' جس طرح ایک مدیون کو دائن کا مطالبہ بہرحال پورا کرنا ہے -

بلاشبہ جماعتی تغیرات و انقلابات کے اظہارات کی یہ بھی ایک منزل ہے جو ہمیشہ ایسے مواقع میں پیش آتی ہے' اور ایسا ہمیشہ ہوا ہے کہ جماعت نے بعض افراد کو اس غرض کیلیے چن لیا ہے کہ انکے نفع و ضرر کو اپنا نفع و ضرر سمجھیں' اور جو کچھہ انپر وارد ہو' اسے اپنے ایک ایک فرد پر مساویانہ تقسیم کرلیں - یہی چیز جب بڑھتی ہے تو اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ایک وجود و شخص کا مسئلہ کروروں افراد کا مسئلہ بن جاتا ہے' اور زمین پر ایسے ایسے انسان چلنے پھرنے لگتے ہیں جنکی تکلیف ایک کرور انسانوں کی تکلیف' اور جنکی راحت ایک کرور انسانوں کی راحت ہو جاتی ہے !

مجھے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں کہ ابھی خاک ہند میں ایسے افراد صالح پیدا ہوے ہیں یا نہیں ؟ اور جن لوگوں نے جماعتی ہیجان و انفجار کو مسئلۂ ضمانت کی طرف متوجہ کیا' انھوں نے ٹھیک اور بر وقت کیا یا نہیں ؟ نیز اس سے بھی مجھے کوئی تعلق نہیں کہ اصولاً جو کچھہ ہوا وہ کیسا ہوا ؟ بلکہ مقصود صرف ایک طرح کا سادہ بیان واقعہ ہے کہ اس طرح کا واقعہ ملک میں ہوا' اور اب بھی ہو رہا ہے' اور قسم کے اعتبار سے یہ چیز بھی در اصل اسی جماعتی ہیجان جذبات کا نتیجہ ہے جسکو آجکل کے علماء فلسفۂ اجتماعیہ " جماعۃ کے امیال و جذبات کا انقلابی انفجار " کہتے ہیں' اور جو ہر قوم و ملک کو اپنے تغیرات و اعمال اجتماعیہ کی منزلوں میں کم و بیش ضرور پیش آتا ہے - یہ ایک ایسی راہ ہے جو نہ تو عقل و استدلال سے تعلق رکھتی ہے اور نہ عقلی ترتیب اسکے لیے موثر ہے' مگر پیش ضرور آتی ہے' اور شاید بہتر اور صحیح وقت کا تعلق مستقبل سے ہو : و ان منکم الا واردھا' کان علی ربك حتماً مقضیا (وسط " مریم ")

(راہ اخبار نویسی اور راہ دعوۃ و تبلیغ)

با ایں ہمہ اس عاجز نے ابتدا سے اپنے کاموں کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی تھی' وہ ایک لمحہ کیلیے بھی اس حالت کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتے تھے -

سب سے بڑا اصولی اختلاف جو اساس و بنیاد ہی میں آکر پڑ گیا تھا' وہ کاموں کے طرز عمل اور قسم و نوع کا سوال تھا -

بلاشبہ اگر تم نے اخبار نکالا ہے اور پریس قائم کیا ہے' تو چاھیے کہ سب کچھہ اسی طرح کرو جسطرح اس راہ میں کیا جاتا ہے اور جسطرح کرنا چاھیے - پھر تمھاری ہمت کے آگے ہندوستان کے اخبار نویس طبقہ کے قرار دادہ اصول عمل کی راہ بھی ہے' اور ترقی یافتہ ممالک کی حقیقی اخبار نویسی بھی - تم اپنے اندر اس اخلاقی اور تجارتی کیریکٹر کو بھی پیدا کرسکتے ہو جو ابتک ہندوستانی پریس نے پیش کیا ہے' اور اس تجارتی اولوالعزمی اور اقتصادی بلند ہمتی کیلیے بھی اپنے تئیں طیار کرسکتے ہو جو ترقی یافتہ ممالک کے پریسوں میں پائی جاتی ہے -

تم چاہو تو " ہندوستانی اخبار نویسی " کی اس دکاندارانہ زندگی کو سیکھہ سکتے ہو جو " دکانداری " کی قسم میں بھی سب سے ادنہ درجہ کی دکانداری ہے' اور جسکے لیے ضرور ہے کہ تم ایک ایک پیسہ کے لیے روؤ' ایک ایک دھیلے کیلیے ماتم کرو' ایک ایک کوڑی کیلیے اپنے دماغ و قلم کی بہتر سے بہتر قوت کو یکسر وقف کردو' شخصی محاسن و فضائل کا معیار صرف اپنے اخبار کی خریداری کو قرار دو' جو خریدے اسکو فرشتہ سمجھو' جو بدبخت نہ خریدے اسے شیطان بتلاؤ' بلا طلب ہر خوش پوش کے نام اخبار جاری کردو' اور سال کے اخر میں وی پی بھیجدو' اگر اس نے وی پی واپس کردیا تو ٹکٹ کے ان پیسوں کو بھی اسکے حساب میں داخل کردو جو واپسی کی وجہ سے ضائع ہوے' اور پھر جن جن وسائل کو عمل میں لا سکو' اس " شریفانہ بل " کی وصولی کیلیے اختیار کرو - حتی کہ وہ بدبخت اپنی زندگی سے عاجز آجاے' اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھہ لے کہ براعظم ہند میں زندہ رہنے کی ضروری شرائط میں ایک بڑی شرط کسی " اخبار نویس " کے وی پی کو واپس نہ کرنا بھی ہے !

غرضکہ وہ مسکوک و منقوش وجود اعظم و اکرم جسکا ایمان شکن نام " پیسہ " ہے' بہرحال حاصل کرنا چاھیے' اور بہ حیثیت ایک " قومی اخبار نویس " ہونے کے اسکے حاصل کرنے کی ہر ممکن شکل تمھارے لیے جائز و حلال ہے !

اگر اس تقلید زار ہند میں نئے ارادوں اور مجتہدانہ عزائم کا وجود ناممکن نہیں ہے' تو اسیطرح دوسری راہ بھی تجارت اور دکانداری کی مگر شریفانہ و اولو العزمانہ تجارت کی تمھارے آگے باز ہے' اور تم یورپ کے اخبار نویس طبقہ اور فن صحافۃ (جرنلزم) کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھہ سکتے ہو - اسطرح تمھارے لیے ایک عمدہ تجارتی کام مہیا ہو سکتا ہے جو قوم و ملک کیلیے بھی مفید و ضروری ہے' اور تم ایک تاجر کی طرح خود بھی نفع اٹھا کر بہتر و احسن متاع لخوان ملت کو دیسکتے ہو - مگر اسکے لیے ضرور ہوگا کہ پہلے " ہندوستانی فن صحافۃ " کے اثرات دنائت اور جراثیم سفاہت سے اپنے تئیں یکقلم صاف و پاک کرلو' اپنے اندر بلند نظری مگر ایک تاجر کی طرح اقتصادی بلند نظری پیدا کرو' اور وسیع [illegible] تجارت کے عزائم صابرہ و متحملہ کے ساتھہ سفر شروع کرو - اس [illegible]ن میں تمھاری مثال ایک عقلمند و [illegible] کار کاشت کار کی سی ہوگی جو قیمتی سے قیمتی بیج بھی نہایت فیاضی کے ساتھہ زمین میں پھینک دیتا ہے اور ذرا بھی ہاتھہ نہیں روکتا' تاہم یہ اسکی بے دریغ بخشش اسلیے نہیں ہوتی کہ وہ اپنا سرمایہ زمین کو بخشدیتا ہے' بلکہ اسلیے کہ آج ایک خشک دانہ دیکر کل کو اسکے معاوضے میں ایک ہزار تر و تازہ خوشے لینا چاہتا ہے !

(دعوۃ و تبلیغ)

لیکن " دعوۃ و تبلیغ " کی راہ نہ صرف اخبار نویسی کی راہ سے (کیونکہ یہ تو شاخ ہے) بلکہ نفس تجارت اور اقتصاد سود و زیان کی راہ سے بالکل مختلف ہے' اور اس عالم کے جسطرح موثرات

دوسرے هیں ' اسي طرح احکام بھي دوسرے هیں :

مرد ایں رہ را نشانے دیگرست !

تجارت کي پہلي بنیاد مسئلۂ "عوض و بدل" ہے ' یعني جو کچھه دیا جاے ' اوس سے بہتر اوسکے معاوضے میں لیا جاے ' اور دینا صرف اسي لیے چاهیے ' تا کہ اسکے معاوضے میں لیا بھي جاے - لیکن یہي وہ اولین مقام ہے جہاں آکر " دعوة " اور " تجارت " میں محض اختلاف مسلک هي نہیں بلکہ تبائن و تضاد کلي پیدا هوجاتا ہے ' اور دونوں حقیقتیں ایک ساتھه جمع نہیں هوسکتیں - راہ " دعوة " کي پہلي بنیاد وہ چیز ہے ' جو بالکل اسکا عکس و تضاد ہے جو تجارت کے مذهب کا پہلا رکن تھا - تجارت نے اپنا مذهب " عوض و بدل " کے عقیدے پر قائم کیا ہے ' اور " دعوة " کے مذهب کا پہلا عقیدہ ایثار اور " قرباني " ہے - پھر کہاں " عوض " کي تلاش ' اور کہاں " قرباني " کي پکار ؟ کہاں اسلیے دینا کہ جو کچھه ہے لٹانے کیلیے ہے ' اور کہاں اسلیے خرچ کرنا کہ اگر مخارج نہوں تو مداخل بھي پیدا نہیں هو سکتے ؟ کجا دست طالب نبي جستجو ' اور کجا دست معطي و مشتري کیلیے بیقراري ؟

فاین الثریا و این الثری ؟ * و این معاویة من علي ؟

کہاں نقد و متاع کي اسلیے فراهمي تا کہ خریدار پیدا هو ' اور کہاں اسلیے گرد آوري تا کہ کوئي غارتگر ملے ؟

متاع جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

ایک " تاجر " اپني تمام زندگي اور زندگي کي قوتوں کا مصرف صرف یہي سمجھتا ہے کہ کسي طرح اسکے " شخص خاص " کو نفع پہنچے ' اور اگر اسکا عمل و وجود دوسروں کیلیے سود مند بھي هوتا ہے تو کسي رحم و احسان کي بنا پر نہیں بلکہ اسي جذبۂ نفع تجارت کي بنا پر - وہ همیشہ ایسے وقتوں کا متلاشي رهتا ہے جو اسکے نفع تجارت کیلیے بہتر هوں ' وہ ایسے موسموں کا انتظار کرتا ہے جنکے ساتھه اسکے نفع ذاتي کا کوئي پیام هو ' وہ ایسے مواقع و حوادث کو ڈھونڈھتا رهتا ہے جنکا اثر تمام نوع انساني اور پورے کرۂ ارضي کیلیے خواہ کتنا هي مہلک و برباد کن هو ' مگر اسکي متاع تجارت اور اسکے وجود تجارتي کیلیے مفید ثابت هو -

لیکن ایک " داعي " کے عقائد و اعمال اسکے بالکل ضد هوتے هیں - اسکے اندر خواہ کتني هي خود غرضیاں چھپي هوئي هوں ' نمایش و شہرت کے کیسے هي جذبات قویہ مخفي هوں ' وہ کتنا هي سخت خود پرست اور کیسا هي شدید نفس خواہ هو ' لیکن اگر دعوة و تبلیغ کے اوقات کا ایک لمحہ بھي اسپر گذرا ہے ' تو وہ اپنے کام اور زندگي کے بقاء کیلیے مجبور ہے کہ نفع تجارتي کي پرستش گاہ سے یکقلم باهر آجاے ' اور اسکا نفس خواہ کتنا هي ذات پرست هو ' مگر اپنے اعمال کو بالکل اس سے متضاد و متبائن کردے - اگر وہ ایسا نہ کریگا تو بہ حیثیت " داعي " کے اسکا وجود باقي نہ رهیگا - وہ اپنے وجود عمل کي بقاء کیلیے مجبور ہے کہ مشرب تجارت کي یکسر تکفیر (انکار شدید) کردے - تاجر کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع خاص " تھا - وہ جسقدر زیادہ اس سبق کو یاد کریگا ' اتنا هي زیادہ اچھا تاجر هوگا - مگر " داعي " کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع عام " ہے ' یعني دوسروں کو فائدہ پہنچانا ' اور جسقدر سچائي ' جس قدر خلوص ' جس درجہ اذعان و یقین کے ساتھه اس درس ایثار کو حاصل کریگا ' اتنا هي زیادہ سچا " داعي " هوگا - تاجر اپنے بنیادي عقیدے کي بنا پر صرف انهي چیزوں کا طالب رهتا ہے اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات کو ڈھونڈھتا ہے ' جو اگرچہ دوسروں کیلیے ضرر رساں هوں پر اسکي تجارت کیلیے سود مند هوں - ٹھیک ٹھیک اسي طرح ضرور ہے کہ " داعي " صرف انهي چیزوں کا طالب هو ' اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات و حالات سے عشق کرے ' جو خواہ خود اسکي ذات اور اسکي ذات کے حوالي و اطراف کیلیے کتنا هي دکھه اور موت رکھتے هوں ' لیکن دوسروں کیلیے ان میں راحت ' سکھه ' اور زندگي هو :

من و دل گر فنا شدیم ' چہ باک ؟
غرض اندر میاں سلامت اوست !

(عشق و رشتۂ عشق)

پھر آؤ ' ایک دوسرے عالم کي طرف جانکلیں ' اور وهاں سے هوکر اس صحبت تک عود کریں - بات بظاهر بے تعلق ہے ' لیکن اسوقت بے اختیار دل اسي کي طرف کھنچ گیا ہے ' اور چند کلمے کہے بغیر طاقت عبور نہیں - عشق ' بلحاظ عشق اور خواص و نتائج عشق کے ایک هي ہے ' اور اسمیں کسي نوعي امتیاز کا متعین کرنا ممکن نہیں - هر عاشق عاشق هوتا ہے ' اسلیے هر عاشق خود رفتہ هوگا ' دل بکف هوگا ' جاندادۂ راہ الفت هوگا ' اور حیران جادۂ هجران و وصال - اس لحاظ سے قیس عامري کي نجد پرستي ' فرهاد کي کوہ کني ' اور نل کي شوریدگي ' سب یکساں هیں - وہ جو اپنے گم گشتہ عزیزوں کیلیے روتا ہے ' وہ جو کسي بستر مرگ کا ماتم زدہ ہے ' وہ جو کسي کي یاد رفتہ کي کھٹک رکھتا ہے ' اور پھر وہ جو کشتۂ تغافل ہے ' اور وہ جو هلاک تبسم ہے ' سب ایک هي طرح کے عشق پیشہ ' اور ایک هي راہ کے جادہ پیما هیں ' اگرچہ مختلف ناموں سے مسمی هیں :

و للناس فیما یعشقون مذاهب !

پس ایسي حالت میں تمیز عشق کیلیے عشق کرنے والوں کو دیکھنا بے سود هوگا - چاهیے کہ " عاشق " کے قسم عشق کي پہچان کیلیے سب سے پہلے اسکے " معشوق " کو دیکھا جاے کہ وہ کون ہے ؟ یہي رشتہ اصلي سر رشتۂ تقسیم ہے ' اور اسي نسبت سے عشق کي مختلف راهیں متعین هوجاتي هیں :

دو چشم ساکن بیت الحزن بمن گرید
کہ من اسیر بمعشوق ' او بفرزند ست !

عشق کي ساري منزلیں اسي نسبت سے متحقق هوتي هیں - عاشق کے وجود کي بنیاد معشوق کا انتخاب ہے - اسکے تمام جذبات و امیال ' مذهب و مشرب ' اعمال و عقائد ' اوضاع و رسوم ' نظر و فکر ' سب کچھه معلوم هوجائیگا اگر یہ معلوم هو جاے ' کہ اس نے اپنے عرض دل و جاں کیلیے کِس کو انتخاب کیا ہے ؟ اپنے نذر شیفتگي و شوریدگي کیلیے کس کي چشم و آبرو پر نظر پڑي ہے ؟ اپني جبهہ سائي شوق کي عقیدت و نیاز کا کس کي چوکھٹ کو مستحق سمجھا ہے ؟ اور اپني اطاعت و عبودیت محبت کیلیے کس قہرمان حسن و جمال کے حکم عشق اور فرمان نیاز کے آگے سر بسجود هوا ہے ؟

اسي راہ پہ چلکر " دعوة " اور " تجارت " کے باهم تضاد و تبائن مسلک کا بھي پتہ لگاؤ ' اور اندازہ کرو کہ دونوں راهیں ایک دوسرے سے کسقدر ابعد هیں ' اگرچہ نفس عمل ' صرف قوی ' انفاق حیات کے اعتبار سے دونوں میں پوري پوري یکسانیت بھي پائي جاتي ہے ؟ " تاجر " اور " داعي " کو نہ دیکھو ' بلکہ یہ دیکھو کہ ایک تاجر کي حیات/عشق کا معشوق کون هونا چاهیے ' اور ایک داعي کي حیات محبت کي محبوبیت کس میں هوتي ہے ؟ تاجر کو تم دیکھوگے کہ وہ تاجر نہیں ہے اگر " نفع خاص " اور " حصول زر " اسکا معشوق و مطلوب نہو - برخلاف اسکے " داعي " وهي هوگا جسکا محبوب " نفع عام " اور اسلیے " حصول زر " نہیں ' بلکہ " طلب بے زري " هو - تاجر اگر " پانے " کو اپنا معشوق نہ بناے تو اپني هستي کھودے ' اور داعي اگر " کھونے " کے عشق سے ایک لمحہ کیلیے بھي غافل هو تو اسپر لذت دعوة حرام ہے :

کسے کو تشنۂ وصل ست ' با کوثر نمي سازد
بآب خضر اگر عاشق رسد ' لب تر نمي سازد
رہ الفت خطرناک ست ' پنہانش نظر در کن !
دراں وادي کہ عشق اوست ' تن با سر نمي سازد !

احــرار اســلام

خطــابــه الــم ! !
اور
تــوصيــه شهــادت !

یا تفسیر سورۂ فاتحه کا ایک صفحه !

(٢)

هماں عشق ست بر خود چیدہ چندیں داستاں ' ورنه
کسے بر معني یک حرف صد دفتر نمي سازد !

(ایک عالمگیر غلطي)

انسان کي عالمگیر غلطي یه ہے که وہ ہر چیز کو اسکي روح کیلیے اختیار کرتا ہے ' لیکن آگے چلکر صرف اسکے جسم هي کي پرستش کرنے لگتا ہے - مشاهیر و سلف پرستي کا اصلي مقصد تو اعمال حسنه کي یاد ' اور نیکي و صداقت کے عملي نمونوں کو پیروي و اتباع کیلیے قائم رکھنا تها ' لیکن نتیجه بالعموم یه نکلا که اعمال کي یاد مٹ گئي ' اور محض انسانوں کي شخصیتوں اور ناموں کي پوجا هونے لگي - یعني وہ چیز که کسي دوسرے مقصد کیلیے واسطه و ذریعه تهي ' خود هي مقصود بالذات بنکر لوگوں کے عقائد و اعمال میں جا گزیں هوگئي ' اور حقیقت سے اسقدر بعد و نسیان هوگیا که محض رسوم و اسماء کي عظمت و پرستش هي پر هر شخص قانع هوگیا !

یهي وجه ہے که مشاهیر پرستي بسااوقات دنیا میں بت پرستي کا ذریعه ثابت هوئي ہے ' اور اکثر ایسا هوا ہے که اعمال کي جگه افراد و اسماء کي پرستش محض نے دو تین نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستي تک پہنچا دیا -

(اســوۂ حسنــه)

اے برادران ملت ! یهي حقیقت اعلیٰ ہے جسے قرآن حکیم نے " اسوۂ حسنه " کے جامع و مانع لفظ سے تعبیر کیا ہے ' اور یهي مقام ہے جہاں آکر اسلام کي قوۃ اصلاح اور ختم نبوت کي اصلي علت آشکارا هوجاتي ہے که کس طرح اس نے دنیا کی تمام صداقتوں کو لے لیا ؟ اور ساتهه هي کسطرح ان تمام خرابیوں اور ضلالتوں سے محفوظ بهي کردیا جنکے اختلاط و آلودگي سے انکي روح حقیقت اور تاثیر عمل بالکل فنا هوگئي تهي ؟ :

لا یاتیه ' الباطل من بین یدیه و لا من خلفه تنزیل من حکیم مجید ! (٤١ : ٤٢)

قرآن ایک ایسا معلم و هادي ہے که نه تو اسکے آگے باطل جم سکتا ہے ' اور نه اسکے پیچھے اسے جگه مل سکتي ہے - وہ خداے حکیم و مجید کا اتارا هوا ہے - پهر باطل کا یہاں کیا گذر ؟

هاں ' باطل کیونکر اب اسکے ساتهه مل سکتا ہے جبکه وہ " حق خالص " ہے ' اور سچائي کے ساتهه جسقدر بهي گمراهي ملا دي گئي تهي ' اس سے انسانکے هر اعتقاد و عمل کو بالکل صاف و پاک کردیا ہے ؟ نیز جا بجا قرآن حکیم کو " هادي " کہا که وہ انسان کو اسکے سفر اعمال میں ٹهوکروں اور گمراهیوں سے بچاتا ہے ' اور اسي طرح " شفا " کہا ' کیونکه وہ مثل مفید و نافع ادویه کے ہے جو مریض کي اصلي قوۃ طبیعي کو مزید توانائي اور نشو و نما دیتي هیں ' اور مضر اثرات مرض جو داخل طبیعت هوگئے هیں ' انکو دور کردیتي هیں !

" اسوہ " کہتے هیں کسي فکر ' کسي عمل ' کسي وصف ' کسي خاصه کے ایک ایسے نمونے کو ' جسے تم اسلیے اپنے سامنے رکهه لو که اسکي پیروي اور نقل کروگے ' اور اسکي سي باتیں اپنے اندر بهي پیدا کرنا چاهوگے -

انساني سعادت کیلیے تعلیم محض بالکل بیکار ہے ' جب تک که اس تعلیم کے زندہ نمونے بهي انسانوں کے سامنے نهوں - جو اثر طبیعت منفعلۂ انسانیۃ پر ایک انساني نمونۂ عمل کا پڑتا ہے ' وہ محض تعلیم کي سماعت سے نہیں پیدا کیا جاسکتا - اخلاق کي کتابیں اپني موثر تعلیمات سے انسانوں کو رولا دیسکتي هیں مگر اسکے دلوں کو نہیں پهیر سکتیں - عدالت کا قانون مجرم کے پانوں میں بیڑیاں ڈالدیسکتا ہے لیکن اسکو جرم سے باز نہیں رکهسکتا - حکماء کے حکیمانه نصائح نیکوں کي بڑي بڑي تعریفیں اور بروں کي بڑي بڑي برائیاں بتلا دیسکتے هیں ' لیکن کسي برے انسان کو نیک نہیں بنا سکتے :

بڑهتا ہے اور ذوق گنه یاں سزا کے بعد !

لیکن برخلاف اسکے اگر ایک پاک اور مزکی انسان اپني زندگي کے اندر نیکي کا عملي نمونه رکهتا هو ' اور اسکے اعمال حیات راست بازي کیلیے " اسوہ " کا حکم رکهتے هوں ' تو وہ صرف اپنا نمونه دکهلاکر نه صرف افراد و اشخاص کو ' بلکه اقوام و امم کے اعمال کو یکسر پلٹ دیسکتا ہے !

یهي وجه ہے که الله تعالی نے هدایت خلق الله کیلیے صرف کتابوں اور شریعتوں هي کو نہیں بهیجا ' بلکه اسکے ساتهه انبیاء کرام علیهم السلام کا (که انکے حامل تهے) عملي نمونه بهي دکهلا دیا - وہ جس دستور العمل کي طرف قوم کو بلاتے تهے ' اسکا عملي پیکر خود انکي پاک و مطهر زندگي تهي - اگر شریعت بصورت قانون تختیوں اور کاغذوں پر منقوش تهي ' تو بصورت وجود حي و قائم انکي زندگي کے اندر بهي پڑهي جا سکتي تهي - اگر اسکي آیات بینات حروف و اصوات کي شکل میں دنیا کو دعوۃ دیتي تهیں ' تو انبیاء کرام کي زندگي عمل و فعل کے اندر سے اسکي تصویر دکهلا دیتي تهي - اگر قانون کہتا تها که انسان کو ایسا کرنا چاهیے ' تو حیاۃ نبوت ثابت کرکے دکهلا دیتي تهي که اسطرح کیا گیا اور اسطرح کیا جا سکتا ہے !

یهي حقیقت ہے جسکو حضرۃ عائشۂ صدیقه رضي الله تعالی عنها نے اس وقت بیان کیا تها جبکه انسے آنحضرۃ صلی الله علیه وسلم کے اخلاق و اعمال کا حال پوچها گیا تها که " کان خلقه القرآن " اگر تم انکے خلق عظیم کو معلوم کرنا چاهتے هو تو قرآن کو دیکهه لو -

یہاں حروف و الفاظ ہیں، وہاں ایک پیکر مجسم تھا - یہاں قوۃ ہے، وہاں فعل تھا - یہاں چراغ ہے، وہاں اسکی روشنی تھی - حقیقت ایک ہی ہے جسنے ایک جگہ علم کی اور دوسری جگہ عمل کی صورت پائی ہے !!

اور یہی وجہ ہے کہ " سنۃ " کتاب کا ایک حقیقی جزو، اور مفہوم " کتاب " میں تبعاً داخل ہے - کوئی علحدہ اور مستقل وجود نہیں رکھتی - جو ظاہر بین اس حقیقت سے بے خبر ہیں، وہ قران کے ساتھہ " حدیث " کا لفظ سنتے ہیں تو اسکی اہمیت کا اندازہ نہیں کرسکتے - وہ سمجھتے ہیں کہ " حدیث " کی پیروی کا مطالبہ ایسا مطالبہ ہے جو " قران " کے علاوہ ایک دوسری قوۃ کا اثبات کرتا ہے - حالانکہ " سنۃ " کی اطاعت " کتاب " کی اطاعت میں داخل ہے، اور " سنۃ " علم قرانی ہی کی عملی تفسیر ہے -

اور اگر یہ سچ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خوارج و منکرین کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ " میں قران ناطق ہوں " تو میں اسکی تصدیق کرنے کیلیے طیار ہوں - اگرچہ حقیقت نا شناس طبیعتیں سمجھتی ہیں کہ یہ بہت ہی بڑا دعوا تھا - یقیناً یہ بڑے سے بڑا دعوا تھا جو کوئی انسان کرسکتا ہے، لیکن اگر حضرۃ امیر نے کیا تھا تو غلط نہ تھا - اگر انکی مقدس زندگی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کے " اسوۂ حسنہ " کا ایک کامل عکس تھا، اور انکے اعمال کی روشنی سراج منیر رسالت ہی سے ماخوذ تھی، تو کیوں انہیں یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے تئیں " قرآن ناطق " کہیں ؟

جو کتاب الہی ما بین الدفتین حروف و نقوش کی شکل میں تھی، اسی کی ہستی ناطق تھی جو اعمال حضرۃ مرتضوی کے اندر سے پکارتی تھی - خوارج سمجھتے تھے کہ یہ علی بن ابیطالب کی آواز ہے، لیکن ابو ذر و سلمان کی حقیقت شناسی جانتی تھی کہ یہ علی بن ابوطالب کی آواز نہیں ہے بلکہ " القران الحکیم " کی صداے الہی ہے ، اور چونکہ " القران " کی آواز ہے، اسلیے یقیناً خود منزل القران کی آواز ہے : کنت سمعہ الذی یسمع بہ، و لسانہ الذی یتکلم بہ (بخاری) .

بہر حال یہ مبحث بجاے خود محتاج تفصیل و نظر ہے - مختصر یہ کہ سعادت و ہدایت انسانی کیلیے " تعلیم " کے ساتھہ " نمونہ " اور " کتاب " کے ساتھہ " سنۃ " ایک ضروری حقیقت ہے - اسی لیے قران حکیم نے اپنی تعلیمات کیلیے اس چیز کو ایک اساسی حقیقت قرار دیا :

لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبیـــن ! (۵ : ۱۷)
بلا شبہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور ہدایت آیا، اور کتاب الہی جسکی تعلیم بالکل واضح و روشن ہے !

اس آیۃ کریمہ میں " نور " سے مراد حامل قران (صلی اللہ علیہ و سلم) کا وجود مقدس ہے، اور " کتاب مبین " قران ہے - یہ " نور " وہی " اسوۂ حسنہ " ہے جو حامل قران کی مقدس زندگی میں " علم " قرانی کا وجود " عملی " تھا :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ (۳۳ : ۲۱)
بلا شبہ تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی و اتباع کیلیے ایک بہترین نمونہ ہے - .

عربی میں " اسوہ " کا لفظ ہر نمونے کیلیے کہا جاتا ہے، اور نمونہ جسطرح خیر کا ہو سکتا ہے اسی طرح شر کا بھی ہو سکتا ہے - اسلیے قران حکیم نے " حسنہ " کے لفظ سے اسے متصف کیا، تاکہ واضح ہو جاے کہ فضائل و محاسن ہی کا نمونہ مقصود ہے - اسی طرح تمہیں معلوم ہے کہ سورۂ ممتحنہ میں بھی دو جگہہ ملۃ حنیفی و فطری کے اولین موسس حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہی لفظ آیا ہے : قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ -

(عود الی المقصود)

دنیا میں اعمال مقدسہ و حسنہ کی یادگار قائم کرنے کا مقصد بھی یہی " اسوۂ حسنہ " تھا، یعنی جن لوگوں نے کسی پاک و اعلی عمل کا بہترین نمونہ اپنی زندگی میں پیش کیا ہے، انکی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جاے، تاکہ انکی یاد کے ساتھہ انکے اعمال کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے، اور اسکا نمونہ انسانوں کو عزائم امور کی طرف دعوۃ دے -

اب دیکھو کہ قرآن حکیم نے کس طرح دنیا کی اس قدیم ترین رسم کی اصلی حقیقت لیلی، اور کس طرح اسکی آلودگیوں کو اس سے بالکل الگ کردیا ؟ اس نے یادگاروں کیلیے پتھر کے بت نہیں بناے جنکو حوادث ارضی کا ایک طمانچہ گرادیسکتا ہے، اور جنکا وجود انسان کی عظمت کیلیے ایک سخت داغ تھا - اس نے اینٹ اور چونے کی عمارتیں نہیں بنائیں جو طوفان و برق کے ایک حملے کی بھی تاب نہیں لا سکتیں، اور جنکا اثر ظواہر سے آگے نہیں بڑھتا - اس نے سالانہ مجمعوں اور قومی تقریبوں پر زور نہیں دیا کیونکہ یہ وسائل ہمیشہ ظواہر و رسوم پرستی کا ذریعہ بن جاتے ہیں، اور یادگار کی معنویت مفقود ہوجاتی ہے - غرضکہ اس نے ان تمام وسائل تذکار سے یکقلم انکار کردیا جو عام طور پر تمام قوموں میں رائج تھے، اور جنکے ذریعہ خود انسانوں کی بڑائی تو کی جاسکتی تھی، پر عمل کی تقدیس و تعظیم کیلیے انکے اندر کچھہ نہ تھا، اور اسلیے ہمیشہ انکا وجود انسان کی حقیقت پرستی کی راہ میں ایک سخت پتھر ثابت ہوا تھا -

(سورۂ کریمۂ فاتحہ)

اے عزیزان من !

اب میں تمام تمہیدوں اور مقدمات کی مبادیات سے گذر کر اصل موضوع کے قریب آگیا ہوں، اور مجھے زیادہ تیز قدمی کرنی چاهیے - مجھے یاد کرنا چاهیے کہ میں نے اپنی تقریر کو سورۂ مبارکہ " فاتحہ " کی تلاوت سے شروع کیا تھا جسے بظاہر آجکی صحبت سے کوئی ربط نہ تھا، مگر وہ " السبع المثانی " ہے، وہ تمام " الکتاب " کا متن ہے، اور وہ اسکی تمام تفصیلات کا وجود اجمالی ہے، پھر ہدایت انسانی کا کونسا مقام ہے جو قرآن کے سلطان احاطہ سے باہر رہگیا ہو ؟

غرضکہ قرآن حکیم نے یادگار و تذکار کے ان تمام رسمی و غلطات آمیز طریقوں سے انکار کردیا جو عام طور پر دنیا نے اختیار کرلیے تھے - لیکن جبکہ اس نے وہ سب کچھہ نہ کیا جو سب کوئی کرتے آتے تھے، تو سوال یہ ہے کہ خود اس نے کیا کیا ؟

اس نے " اسوۂ حسنہ " کی اصلی حقیقت کو اپنی تمام تعلیمات کا جزو اعظم بنایا، اور اسکی یادگاروں کو انسان سے باہر نہیں جنکو انسان چھوڑ دیسکتا ہے، بلکہ خود انسان کے اندر قائم کردیا جو کبھی بھی اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا - اس نے مادی و جسمانی اعمال و اشکال کے اندر اسکی دعوۃ عمل و سعادت کو گم نہیں کردیا، جیسا کہ گم کردی گئی تھی، بلکہ اسکو ایک خالص معنوی و روحانی اعتقاد بنا کر اسطرح دلوں کے اندر قائم کردیا کہ اسکی حقیقت دائمی طور پر زندہ ہوگئی، اور ہر طرح کی آلودگیوں اور رسم پرستیوں کی آمیزش سے بالکل محفوظ و مصئون بنادیگئی !

اوسنے سب سے پہلے ہمیں ایک مقدس "دعا" بتلائی اور حکم دیا کہ دن میں پانچ مرتبہ جب اپنے پروردگار کے حضور بندگی و نیاز کیلیے حاضر ہو تو سب سے پہلے اسی دعا کو پڑھو - یہ وہ وقت ہوگا جب تم رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوگے' اور اسکی رحمت کا دروازہ باز ہوگا - پس ایک عاجز و درماندہ انسان فاطر السماوات و الارض کے حضور جاکر اپنے لیے سب سے بڑی نعمت اور سب سے زیادہ قیمتی دولت جو مانگ سکتا ہے ' وہ اس دعا میں مانگی گئی ہے ' اور چاہیے کہ تم اسی نعمت کے سائل ' اسی مطلوب کے طالب ' اور اسی محبوب کے عاشق ہو !

یہ "دعا" سورۂ فاتحہ ہے جو ہر مومن دن میں پانچ مرتبہ نماز کی ہر رکعت کے اندر پڑھتا ہے - اور وہ نعمت ' وہ دولت ' وہ متاع مطلوب و محبوب " الصراط المستقیم " ہے جسکے مانگتے رہنے اور طلب کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے :

اهدنا " الصراط المستقیم "	خدایا ! تو ہمیں الصراط المستقیم
(فاتحه)	پر چلنے کی توفیق دے !

یہ " الصراط المستقیم" کونسی راہ ہے اور اس سے مقصود کیا ہے ؟ اسکی یہاں کوئی تشریح نہیں کی گئی - البتہ یہ بتلایا گیا ہے کہ :

صراط الذین انعمت علیهم	ان لوگوں کی راہ جن پر اے پروردگار
(فاتحه)	تو نے انعام کیا -

پس اس تصریح سے صراط مستقیم وہ راہ ہوئی جو "انعام یافتہ" لوگوں کی راہ ہے - یعنی جن لوگوں پر خدا نے اپنی نعمتیں نازل کی ہیں ' انہی کی راہ عمل الصراط المستقیم ہوئی -

چنانچہ سورۂ نساء میں " انعام یافتہ " جماعتوں کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے - اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ " انعمت علیهم " میں کن لوگوں کی طرف اشارہ تھا ؟ :

و من یطع الله و الرسول	اور جن لوگوں نے الله اور رسول کی
فاولئک مع الــذین	اطاعت کی ' تو وہ سب اُن خوش
انعم اللـه علیهم من	نصیبوں کے ساتھی ہوجائنگے جن پر
النبیین و الصدیقین	الله تعالی نے انعام کیا ہے - اور جن پر
و الشهداء و الصالحین '	انعام کیا ہے وہ انبیاء ہیں ' صدیقین
و حسن اولئک رفیقا !	ہیں ' شہدا ہیں ' اور صالحین ہیں -
(۴ : ۷۱)	جس کسی کو ایســـی انعام یافتہ

جماعتوں کی معیت ملی ' تو کیا اچھی ہے اسکی معیت ' اور کیا اچھے ہیں یہ رفیق ! !

اس آیۂ کریمہ نے صاف صاف بتلا دیا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں جس " الصراط المستقیم " کے تعین کیلیے صرف اسقدر اشارہ کیا گیا تھا کہ وہ " انعام یافتہ لوگوں کی راہ " ہے ' وہ کون لوگ ہیں؟ نیز انکے مختلف مدارج و مقامات کیا کیا ہیں ؟ جن جماعتوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور انہیں " انعام یافتہ " کہا ہے ' انہی کی راہ عمل ' وہ راہ ہدایت و سعادت ہوئی جسکا نام لسان الہی نے " الصراط المستقیم" رکھا ہے' اور جس پر چلے بغیر کوئی فرد اور کوئی قوم " مغضوب علیهم " اور " الضالین " کی صراط مغضوبیت و ضلالت سے الگ نہیں ہوسکتی -

سورۂ نساء کی اس آیۂ کریمہ سے " انعمت علیهم " کی مزید تفسیر و تشریح کرنا ' ایک ایسی مسلم اور متفق علیہ تفسیر ہے جسے عہد صحابۂ و اہل بیت نبوۃ (رضوان الله علیهم) سے لیکر طبقات متاخرہ تک' تقریباً تمام ارباب علم و رسوخ نے اختیار کیا ہے' اور مفسرین " خاصہ " و " عامہ " سب نے اسے قبول کیا ہے - چنانچہ جسطرح محدث ابن جریر طبری نے اسکے متعلق مفسرین صحابہ کے آثار جمع کیے ہیں ' اسی طرح علامۂ کلینی اور شیخ طبرسی (صاحب تفسیر مجمع البیان) بھی اس سے انکار نہیں کرتے - اس عاجز نے تفسیر " البیان " میں تصریحات حضرات ائمہ کرام علیهم السلام و اقوال مفسرین خاصہ بھی نقل کردیے ہیں - فمن شاء التفصیـل فلیرجع الیه -

بہر حال یہ آیۂ کریمہ بتلاتی ہے کہ جس راہ پر چلنے کی سورۂ فاتحہ میں ہر مومن التجا کرتا ہے' وہ راہ " انعام یافتہ " گروہ کی ہے - انعام یافتہ گروہ چار ہیں : الانبیاء ' الصدیقون ' الشہداء ' الصالحون -

اب دیکھو کہ قران حکیم نے یادگار و تذکار کے اصلی مقصد کو تمام آلودگیوں اور ضلالتوں سے صاف کرکے کس طرح قائم کردیا ہے ' اور اسکے لیے کیسی دائم و قائم اور محفوظ و مصئون راہ اختیار کی ہے؟ اس نے نیک انسانوں اور اعلی ترین ہستیوں کی یادگاریں زمین پر قائم نہیں کیں لیکن انکے اعمال کو ہر مومن کے دل پر نقش کردیا۔ اس نے ہر مومن بالله پر پانچ وقت کی نماز فرض کی' اور حکم دیا کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرو - سورۂ فاتحہ کیا ہے ؟ تحمید و تقدیس کے بعد ایک التجا ہے جو انسان اپنے خداوند کے حضور کرتا ہے - وہ التجا کیا ہے ؟ " الصراط المستقیم " پر چلنے کی التجا ہے تاکہ اس راہ کی اسے توفیق ملے' اور سعادت کونین حاصل ہو -

اب اور آگے بڑھو' اور دیکھو کہ " الصراط المستقیم " کونسی راہ ہے جسے ہر روز دن میں پانچ بار ہر مومن یاد کرتا اور اپنے خدا کے حضور جاکر مانگتا ہے ؟ فرمایا کہ وہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر الله نے انعام کیا - یہاں اس راہ کا طریق حصول یا اسکے عقائد و اعمال نہیں بتالائے گئے' بلکہ صرف ان لوگوں کی طرف توجہ دلادی گئی جنہوں نے ایسے عقائد' ایسے اعمال ' ایسے عزائم ' ایسے اقدام کیے جنکی وجہ سے خدا کی نعمتوں کے مستحق ٹھہرے تھے - یہی چیز " یادگار " ہے - یہی " تذکار " ہے - یہی وہ " مشاہد پرستی " کی حقیقت اصلی ہے جسکو تمام دنیا نے ڈھونڈھا مگر نہ پایا' وہ کبھی پتھر کے بتوں ' کبھی [illegible] کی [illegible] ' کبھی انسانوں کے مجسموں ' کبھی [illegible] اور تعزیوں میں بھٹک کر رہگئی ' اور " صراط الذین انعمت علیهم " کی جگہ " الضالین " کی صراط پر چلی گئی !

عزیزان من ! " مشاہد پرستی " [illegible] صرف اسکی اصلی حقیقت کو اپنے سامنے [illegible] صرف یہی نہیں ہے کہ جن انسانوں نے دنیا میں [illegible] انجام دیے ہیں اور نیکی و صداقت کی راہ پر چلے ہیں ' انکی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے' تاکہ انکی یاد انکے مقدس [illegible] نیک عملوں کی یاد کو تازہ کردے' اور اس یاد آوری و تذکیر سے قوموں کیلیے پاک ارادوں اور اعلی کاموں کے [illegible] ہو؟ اگر یہی ہے تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ سورۂ فاتحہ کے اندر یہ حقیقت کس طرح کارفرما ہے ؟ سورۂ فاتحہ نے انسان کی [illegible] سعادت و ترقی کیلیے نہ تو عقائد و افکار بیان کیے ' اور نہ اعمال و افعال ' بلکہ اُن انسانوں کی طرف توجہ دلائی جو انعام یافتہ ہیں' یعنی جو انسان راہ سعادت کو حاصل کرنا چاہتا ہے' اسے چاہیے کہ انعام یافتہ انسانوں کی یاد کو ہر روز اپنے سامنے لاتے [illegible] عقائد و اعمال کے نمونے کو کبھی فراموش نہ کرے - پھر اگر یہ دنیا کی پاک عمل ہستیوں کی سچی یادگار اور انکا حقیقی تذکار نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟ یقیناً یہ تذکر ہے' مگر ایسا تذکر جو اپنے [illegible] کے لحاظ سے تمام دنیا میں کوئی نظیر نہیں رکھتا !

پھر ان انعام یافتہ لوگوں کی تشریح کی کہ وہ انبیاء ہیں صدیقین ہیں' شہداء ہیں' صالحین ہیں - پھر ان میں سے ہر [illegible]

کے وہ اعمال حسنہ جا بجا قرآن حکیم میں مشرح بیان کیے جنسے "الصراط المستقیم" کی راہ سعادت متعین ہوتی ہے - قصص القرآن کی اصلی غرض اسی "انعمت علیہم" کی تفسیر سمجھو - یہ چار گروہ وہ ہیں جنکے اندر نوع انسانی کا تمام اصلح و اسعد حصہ آگیا ' اور انسانی عمل کی سچائی جب کبھی ظاہر ہوگی ' تو ضرور ہے کہ انہی انعام یافتہ چار جماعتوں میں سے کسی جماعت سے متعلق ہو - پس غور کرو کہ تم یادگار یادگار پکار رہے ہو ' تمام دنیا مشاہیر پرستی کیلیے بیقرار ہے ' کرۂ ارضی کی ہر متمدن انسانی اجماعت انسانی بڑائیوں کا تذکار کرنا چاہتی ہے ' لیکن یہ کیسی یادگار کی عجیب و غریب خالص حقیقت ہے جو اسنی تمام خرابیوں کو دور کرکے قرآن حکیم نے ہمیں عطا کی ہے ؟ دنیا کی ہر قوم صرف اپنے ہی بڑوں کو تذکار کا مستحق سمجھتی ہے ' اور زیادہ سے زیادہ چند بڑے انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے - لیکن قرآن حکیم نے کرۂ ارضی کی تمام حقیقی بڑائیوں اور اعمال صالحہ کے تمام گھرانوں کو چن لیا ' اور حکم دیا کہ تم ان سب کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو ' اور سب کے بڑے بڑے کاموں ' بڑے بڑے عزموں ' بڑی بڑی نیکیوں سے اپنی راہ ایمان و اسلام کو مرکب و مقوم بناؤ - تم یادگاریں بناکر سال میں ایک مرتبہ انہیں یاد کرسکتے ہو ' اور عمارتی و سنگی اشکال میں کبھی کبھی ایک غلط انداز نظر ڈال لے سکتے ہو - اس سے زیادہ تمہارے تذکار کی حقیقت کچھ نہیں ہے - لیکن دیکھو ' تمہارے قرآن نے کیسی یادگار قائم کی جو ہر روز دن میں پانچ مرتبہ ہر مومن انسان کے سامنے آتی ہے ' اور صرف ایک ہی بڑے انسان کو نہیں ' بلکہ تمام راست باز انسانوں کو جو انبیاء ' صدیقین ' شہداء ' اور صالحین میں گذرے ' وہ یاد کرتا اور انکے اعمال مقدسہ کے نمونوں پر چلکر راہ سعادت کی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے !

نظرے خوش گذرے !

معاونیــــن البـــلاغ

بعض اہم مســائل !

مسئلۂ اعراض نظر و مطالعہ

(۱) قرآن حکیم نے انسانی نظر و مطالعہ کے متعلق بار بار اور جا بجا فرمایا :

یمرون علیہا و ہم عنہا — مناظر عالم پر سے گذرتے ہیں ' مگر اسطرح
معرضون ! — گذرتے ہیں کہ غور و فکر نہیں کرتے
اور منہہ پھیرے ہوے چلے جاتے ہیں -

یہ حالت دراصل نظر و مطالعۂ عالم کے نہایت اہم مقامات ووارادات سے تعلق رکھتی ہے - مگر اسکی جامعیت اور احاطہ کا حال یہ ہے کہ اگر کسی چھوٹی سی چھوٹی چیز کو بھی اپنے سامنے رکھہ لیجیے تو اس عام "اعراض نظر" کا نمونہ آپکو ملجائیگا -

انسانی مطالعۂ و نظر کے اعراض کی بڑی بڑی مثالیں جنکا تعلق علوم و اخلاق و مذہب سے ہے ' آپ دیکھہ چکے ہیں ' لیکن آئیے ' آج ایک چھوٹی سی بات میں اسکی مثال ڈھونڈھیں -

جو خطوط دفتر میں مختلف درخواستوں اور کاروباری امور کے متعلق آیا کرتے ہیں ' کبھی انپر نظر پڑجاتی ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ " اعراض نظر و مطالعہ " کی کتنی مثالیں صرف ہم اپنی روزانہ ڈاک ہی سے جمع کرسکتے ہیں ؟

بعض حضرات نہایت اصرار کے ساتھہ پوچھہ رہے ہیں کہ " ترجمان القرآن " اور " البیان " کی قیمت کیا ہے ؟

این سخن را چہ جوابست تو ہم میدانی

ترجمان القرآن اور البیان کے وجود کا علم تو انہیں اُن اعلانات سے ہوگیا جو البلاغ کے پہلے اور آخری صفحات پر درج ہیں ' مگر قمتیں معلوم نہ ہوئیں ! !

ان اعلانات کو انہوں نے پڑھا ہے ' لیکن اگر پڑھتے تو اس لا حاصل خط و کتابت کی زحمت سے خود بھی بچتے ' اور مکتوب الیہ کو بھی بچاتے -

بعض بزرگ نہایت ہی تاکید کے ساتھہ جواب طلب کرتے ہیں اور ساتھہ ہی جوابی پوسٹ کارڈ بھیجنے کا صرف بھی گوارا کرتے ہیں کہ " ترجمان القرآن بغیر اصل متن کے ہوگا یا مع اصل قرآن کے ؟ " حالانکہ اگر وہ اسکے اعلان کو پڑھتے تو اسمیں " حامل المتن " کا لفظ موجود ہے ' جسکے معنی غالباً یہی ہیں کہ مع اصل قرآن کے مرتب کیا گیا ہے !

متعدد حضرات جوابی کارڈ بھیجکر دریافت کرتے ہیں کہ " کیا ترجمان اور البیان کی قیمت بھیجدیں ؟ " گویا دنیا میں کسی شے کے بقیمت لینے میں خریدار کے ارادے اور طلب کو کوئی دخل نہیں - اسکے لیے اصلی موثر مسئلہ محض دفتر کا " حکم " ہے ' اور پھر اسکے لیے بھی چھپا ہوا اعلان کافی نہیں - خاص دفتر و آخری و قلمی " حکم منصوص " مطلوب ہے ! !

اس سے بھی عجیب تر وہ احباب کرام ہیں جنکے لیے سب سے زیادہ اہم مسئلہ نہ توقیت کا ہے ' نہ طرز ترتیب اصل و ترجمہ کا ' اور نہ ہی ترسیل قیمت کے متعلق آخری منصوص و قطعی حکم ' بلکہ ایک دوسری حقیقت مستورہ و بعیدہ ہے ' جو باوجود کمال بعد و حجب ' انکی گرفت نظر و تعاقب فکر سے نہ بچ سکی ' اور بالآخر انہوں نے اسکا سراغ نکال ہی لیا :

آخر آمد ز پس پردۂ تفتیش پدید !

وہ مسئلۂ مہمۂ و مجہولہ ترجمان القرآن اور تفسیر البیان کی " زبان " کا ہے - یعنے اور سب باتیں تو بہر حال معلوم کر ہی لی جائینگی ' سب سے پہلے اسے واضح ہوجانا چاہیے کہ ان دونوں کتابوں میں کونسی زبان استعمال کی گئی ہے ؟ یہ ترجمہ اور تفسیر عربی میں ہے یا اردو میں ؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی ست ؟

سمجھہ میں نہیں آتا کہ اسکے جواب میں کیا عرض کیا جاے ؟ بجز اسکے کہ یمرون علیہا و ہم معرضون کی تفسیر میں اس سوال کو بھی مع جوابی پوسٹ کارڈ کے داخل کردیا جاے :

بمزاحت نہ گفتم این گفتار
ہزل بگذار و جد ازو بردار !

آخر میں گذارش ہے کہ دفتر اپنے احباب و معاونین کے شوق و ذوق کی پوری تعظیم کرتا ہے ' اور انکے ان اہم سوالات کو بھی انکی مشتاقانہ محویت کی خود فراموشی کا نتیجہ سمجھکر نہایت احسانمند ہے ' تاہم اگر اس طرح غیر ضروری مراسلات کا بھی ایک نیا صیغہ کھولدیا جائیگا تو پھر دفتر کی مشکلات غیر محدود و لا علاج ہوجائینگی - مجبوراً یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس طرح کے سوالات " معرضون " کی تفسیر کیلیے سرمایۂ بحث تو بن سکتے ہیں ' مگر انکے جواب دینے کی دفتر کو مہلت نہیں ملسکتی - خواستگار معافی ہے -

" پیشگی قیمت " اور " رعایت "

کا مطلب صرف یہی ہے کہ اسی وقت آپ قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں - جن جن حضرات نے وی پی کیلیے لکھا ہے ' انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اُن سب کی درخواستیں بالکل بے فائدہ ہیں اور دفتر انکو کوئی درخواست قرار نہیں دیتا - نہ وہ رعایتی قیمت سے کچھہ تعلق رکھتی ہیں - جب یہ کتابیں مکمل شائع ہونگی تو انکی قیمت انکی آخری ضخامت کے مطابق قرار پائیگی - اس وقت اگر انہوں نے مکرر درخواست بھیجی تو کتاب اصلی قیمت پر بھیجی جائیگی - نہ بھیجی تو موجودہ درخواست سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑیگا -

بصائر و حکم

السلم و الحرب

یعنی

جنگ اور صلح

دنیا کا مادہ قواء متضادہ کا گہوارہ ہے - ایک طرف تو اسکا ایک ایک ذرہ متحرک ' پراگندہ ' اور ایک عام ہیجان کی حالت میں نظر آتا ہے - دوسری طرف وہ منجمد ہو کے سمٹتا ہے - سمٹ کے باہم ایک دوسرے سے ملتا ہے - ملکر سکون و استقرار حاصل کرلیتا ہے !!

اس بنا پر وہ تمام کیفیات متضادہ کی طرح جنگ و صلح کی بھی یکساں قابلیت رکہتا ہے - وہ جنگوں کے اختلال و تصادم کی شکل میں سمندر کی لہر ہے ' تو صلح و سکون کی حالت میں اوسکی سطح صامت و ساکن ! لیکن سوال یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں سے انسانیۃ کے بقا و ارتقاء ' سعادت ارضی کے حصول ' تمدن و تہذیب کی ترقی ' علوم و فنون کی اشاعت ' قوی و جذبات کی تنشیط ' اور قوت عمل کی تنظیم و تحریک کیلیے کون زیادہ مفید ہے ؟

یہ سوال اگرچہ زمانۂ قدیم میں بھی فلسفہ اجتماع کا ایک معرکۃ الآراء مسئلہ رہچکا ہے لیکن موجودہ عہد سے بڑھکر اس کے درس کیلیے اور کون وقت موزوں ہوگا ؟

(مخالفین جنگ و امیدواران صلح عام)

جو لوگ دنیا کیلیے صلح و سلام کو مفید سمجھتے ہیں ' اونکا استدلال یہ ہے کہ انسان فطرتاً اتحاد و اتفاق کا طالب ہے - ابتداء میں انسان کا ہر فرد دوسرے فرد سے الگ تھلگ رہتا تھا ' لیکن دنیا کے تمام مادوں کی طرح قوت جاذبہ اوس میں بھی موجود تھی ' اسلیے اوس نے ان بکھرے ہوے ذروں کو جمع کرنا شروع کیا - پہلے چھوٹے چھوٹے خاندان قایم ہوے ' پھر خاندان نے ترقی کرکے قبائل کی صورت اختیار کرلی - رفتہ رفتہ مستقل جماعتیں پیدا ہوگئیں ' اور جماعتوں کی وسعت نے قومیت کا نظام قائم کردیا - اسطرح گانوں سے شہر اور شہروں سے عظیم الشان ملک آباد ہوگئے -

لیکن یہ فطری اتحاد محض بخت و اتفاق کا نتیجہ نہ تھا ' بلکہ علل و اسباب کے شکنجہ میں جکڑا ہوا تھا - دنیا کا ایک ذرہ بھی دوسرے ذرہ سے بغیر کسی طبعی مناسبت کے نہیں ملسکتا - اسلیے انسان کا ایک فرد کسی دوسرے فرد سے صرف اس بنا پر نہیں ملا کہ وہ بھی اوسی کی طرح ایک انسان تھا ' بلکہ جذبات و خیالات کی یکرنگی اور مقاصد و اغراض کی یکجہتی نے اون میں باہم کشش پیدا کی ' اور وہ انہی نقطوں پر آکر باہم مل گئے - ایک متمدن انسان اپنے بھائی سے لیکر ایک غیر ملک کے باشندہ تک سے تعلقات رکھتا ہے ' لیکن ان تعلقات میں جو عظیم الشان فرق مدارج نظر آتا ہے ' وہ انہی اغراض و مقاصد کے اختلاف کا نتیجہ ہے - اگر دو بھائیوں کے تعلقات میں ایک غیر منقطع اتصال و استحکام نظر آتا ہے ' تو اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ اون کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد شدت کے ساتھہ باہم دست و گریباں ہیں -

انسان نے آغاز خلقت میں بھی انہی اغراض کو نصب العین بنا کر دوسرے انسانوں سے سلسلۂ ارتباط و اتحاد پیدا کیا ' اور انہی اغراض کے تصادم و مقاومت نے جنگ کی بنیاد ڈالی - آج بھی انہی اسباب کی وجہ سے عظیم الشان لڑائیاں واقع ہوتی ہیں -

لیکن اب زمانہ نے بہت کچھہ ترقی کرلی ہے - اتحاد و اتفاق کے وسائل بہ کثرت مہیا ہوگئے ہیں ' فطری احساس کے ساتھہ تہذیب و تمدن نے بھی صلح کے فوائد کو عام طور پر ذہن نشین کردیا ہے - اس بنا پر انسان کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد کو بآسانی متحد کیا جا سکتا ہے ' اور اس اتحاد میں اس شدت کے ساتھہ اتصال پیدا ہو سکتا ہے کہ دو مختلف ملکوں کے باشندے دو بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں -

اگرچہ کبھی کبھی اتحاد ہی اختلاف بھی پیدا کردیتا ہے ' لیکن جسطرح افراد کے اختلافات کو چھوٹی چھوٹی عدالتوں کے ذریعہ سے مٹادیا جاتا ہے ' اوسیطرح قومی و ملکی اختلافات کو بھی ایک وسیع عدالت اور ایک عام حکم کے ذریعہ سے دور کیا جاسکتا ہے - وحشی قومیں اختلافات و نزاعات کی حالت میں زبان تیغ سے اپنا فیصلہ سننا چاہتی تھیں ' مگر بیسویں صدی کے متمدن انسان کو عہد وحشت کی تجدید کی ضرورت نہیں ' اب خود زبان نے تلوار سے زیادہ جوہر پیدا کرلیے ہیں -

صنعت و حرفت کی ترقی اور تجارت کی گرم بازاری نے دنیا کے دو ملکوں کو ایک ہی کُرہ کے دو حصے بنا دیا ہے - یعنی اختلاط و امتزاج نے دو قوموں کے جذبات میں کمال یکرنگی و یکراہی پیدا کردی ہے ' اور انکے مقاصد و اغراض بالکل توام ہوگئے ہیں - یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی ایک حصہ میں جب جنگ چھڑ جاتی ہے ' تو ہر ملک اوس سے متاثر ہوجاتا ہے - جب دنیا اسقدر متحد الاغراض ہوگئی ہے تو کیوں نہ سب صلح اور امن کیلیے متفق ہوجائیں ؟

قدیم زمانہ میں جنگ انسان کا ذریعۂ معاش تھی ' یہاں تک کہ بعض لوگ لڑائیوں میں باجرت شریک ہوتے تھے -

لیکن اب وہ اقتصادی حیثیت سے کوئی ذریعہ معاش نہیں خیال کی جاتی - اب انسان کا رزق نیزے کی نوک کے ساتھہ بندھا ہوا نہیں ہے بلکہ کارخانوں کی مشینوں کے ساتھہ معلق ہے - لیکن زمانہ جنگ میں تجارت و صنعت کا بازار اس قدر سرد پڑ جاتا ہے کہ یہ پرزے زنگ آلود ہوجاتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ زمانۂ جنگ میں تمام ملک دفعتاً فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جاتا ہے - بالخصوص تاجروں کا گروہ تو جنگ کا نام سنکر کانوں پر ہاتھہ دھرتا ہے ' اور قیام امن کیلیے جان و مال تک سے دریغ نہیں کرتا -

اب جنگ کے عواقب و خیمہ و نتائج اسقدر اس درجہ آشکارا ہوگئے ہیں کہ خود سپہ سالاران فوج بھی اس کو دنیا کی بدترین چیز سمجھتے ہیں - جنرل سر چارلس نیپیر نے جنگ کی عوفناک صورت کو ایک نہایت بلیغ تشبیہ میں عریاں کیا ہے - وہ کہتا ہے :

" ایک فوجی آدمی کی زندگی اوس رقاصہ کے مشابہ ہے جو کسی ایسے ہال میں ناچتی ہے جسکی دیوارں میں ٹوٹے ہوے شیشے کے پرزے جڑے ہوے ہیں - جب وہ عالم نشاط و سرور میں مستانہ وار رقص کرتی ہوئی اون دیواروں تک پہونچتی ہے ' تو اوسکے اطراف و اعضاء شیشے کے ٹکڑوں سے لگ کر اور مجروح ہوکر خون آلود ہو جاتے ہیں ' اور ناز و غرور کے جو پردے اوسکی آنکھوں پر پڑے ہوے تھے ' دفعتاً اوتر جاتے ہیں - اوسکو نظر آتا ہے کہ وہ ایک سخت فریب میں مبتلا تھی - اسی طرح فوجی آدمی میدان جنگ کی طرف ہتیاروں کی سراب آسا چمک دیکھکر نہایت خنداں و فرحاں روانہ ہوتے ہیں - لیکن چند ہی دنوں کے بعد اونکی آنکھیں کھل جاتی ہیں ' اور اونکو معلوم ہو جاتا ہے کہ جوہر تیغ

كي چكا چونده نے اونكو اندها بنا ديا تها- اسي بنا پر ميں اس راه كو صاف و روشن نہيں ديكهتا - مجهے اوس ميں خون اور كانٹوں كي وسيع چادر بچهي هوئي نظر آتي هے!"

نيز وه كہتے هيں كه اب انسان كا اخلاقي معيار روز بروز بلند هوتا جاتا هے - زمانۂ وحشت كي بيرحمياں اور دور همجيت كي ظالمانه رسميں مٹتي جاتي هيں - اونكي جگه لطف و مراعات اور ايثار نفسي و فياضي كا عام ميلان پيدا هوتا جاتا هے - زمانۂ قديم ميں جنگ ايك فعل ممدوح خيال كي جاتي تهي ' ليكن اب اسكو سخت معيوب خيال كيا جاتا هے - آج سے چند دن پہلے لوگ مينڈهوں كے لڑانے پر فخر كيا كرتے تهے - اب هر متمدن انسان كو اس سے شرم آتي هے - پہلے جانوروں كے لڑانے كيليے خاص خاص ميدان متعين كيے جاتے تهے ' اور اس طرح جانوروں كو سخت اذيت پہونچاكر لطف اندوزي كا سامان بہم پہونچايا جاتا تها - اب جانوروں كو انسان كے ظلم و جور سے بچانے كيليے متعدد انجمنوں كي بنياد پڑگئي هے ' اور انسان كے دائرۂ لطف و كرم ميں بے زبان مخلوقات تك شامل هوگئي هيں -

كہا جاتا هے كه انسان كے مختلف طبقات فطرة باهم متحد نہيں هو سكتے ' اور اس فطري اختلاف كا لازمي نتيجه يه هے كه كوئي ايسا جامع اور عام قانون نہيں بنايا جاسكتا جس پر هر سلطنت اور هر ملك و قوم كا اتفاق هو-

ليكن ابتو سلطنتيں اس اتفاق عام كي طرف قدم بڑها چكي هيں' اور جس چيز كو قانون شكن كہا جاتا تها ' وه خود پابند قانون هوگئي هے - يعني خود جنگ كے ليے ايك بين الملي قانون بناديا گيا هے جسپر تمام سلطنتوں نے اتفاق كرليا هے -

قديم زمانے ميں جنگ وحشت كا ايك نہايت بد نما مرقع تهي ' جس ميں صرف بغض ' انتقام ' توهين ' تذليل' كا رنگ نظر آتا تها - اسيران جنگ كو عموماً قتل كرديا جاتا تها ' اونكے هاتهه پاؤں كاٹ ڈالے جاتے تهے ' اور دشمن كو هر ممكن طريقه سے ضرر پہونچايا جاتا تها - ليكن اب تمام مهذب سلطنتيں اس وحشت و همجيت كے تصور سے لرزجاتي هيں ' اور حتى المقدور جنگ كے مصائب كے كم كرنے ميں اپني كوششوں كو صرف كر رهي هيں - ليكن چونكه جنگ ميں سنگدلي اور قساوت قلبي سے بالكليه اجتناب نہيں كيا جاسكتا ' اسليے ايك ايسا معتدل قانون وضع كرديا گيا هے جس پر عمل كرنے سے جنگ كا مقصد بهي حاصل هوسكتا هے اور وحشيانه اعمال سے بهي احتراز كيا جاسكتا هے - اس قانون كي رو سے بہت سے هتياروں اور بعض خاص اقسام كے گولوں كا استعمال ناجائز قرار ديديا گيا هے ' اور زخميوں اور قيديوں كے ساتهه رفق و ملاطفت كا برتاو كيا جاتا هے - اگر متخاصمين جنگ ميں كوئي فريق اس قانون كى خلاف ورزي كرتا هے اور دوسرا فريق بهي اسي طريقه سے اوسكا مقابله كرنے پر مجبور هو جاتا هے ' تو تمام سلطنتيں خود اونكے مقابله كيليے كهڑي هو جاتي هيں ' اور عالم تمدن كي بہترين همدردي اونكا ساتهه چهوڑ ديتي هے - اس سے صاف ثابت هوتا هے كه دنيا كي تمام قوميں ايك اخلاقي ' تمدني ' اور قانوني رشتے ميں منسلك هوگئي هيں ' اور اس نظام نے ايك قوم كو دوسري قوم كے شدائد و مصائب كا متكفل اور ذمه دار بنا ديا هے - قبائل اور خاندانوں نے اسي قسم كے نظام اتحاد كے ذريعه قوميت كي صورت اختيار كي تهي ' اسليے اتفاق كے ان آثار و علائم سے توقع كي جاتي هے كه اب دنيا كي قوميت كا مفہوم پہلے سے بهي زياده وسيع هو جائيگا ' اور تمام قوميں اوسكے دائرے ميں داخل هو جائينگي - يہاں تك كه بالاخر ايك دن ايك فياض قانون خود جنگ هي كا انسداد كرديگا - نہر كے منافذ جب ايك ايك كركے بند هوتے جاتے هيں تو اسكا طبعي نتيجه بجز اسكے اور كچهه نہيں هوسكتا كه ايك دن خود نہر هي خشك هو جاے - اس اتفاق عام كي يه آخري منزل هوگي ' اور عنقريب اسي نقطے پر مصالحت عامه كا سفيد جهنڈا لہرائيگا -

بغض و انتقام جنگ كا مبدء اول هيں ' اور دنيا كي كوئي قوم ايسي نہيں جسكے سينے كے اندر يه آتشكده نه بهڑكتا هو - اس بنا پر صلح عام كا انعقاد بظاهر ناممكن معلوم هوتا هے ' ليكن ايك زمانے كو دوسرے زمانے پر قياس كرنا غلطي هے - قديم زمانے ميں تمام قوميں ايك انسانكے شخصي اراده كے جال ميں گرفتار تهيں ' اور وه اپني ذات پر قوم كے تمام مصالح و اغراض كو قربان كرديتا تها - ليكن اب هر قوم مستقل بالذات هوگئي هے ' اور اوس نے خود بادشاهوں كے جبر و سطوت كو اپنا تابع بنا ليا هے - اب دنيا قهر و استبداد كے پنجۂ آهنيں سے نكل گئي هے ' اور اپنے مصالح و فوائد كو سب سے زياده عزيز ركهتي هے - يہي مصالح ايك قوم كو دوسري قوم سے ملاتے جاتے هيں - گرد و كدورت كا جو پرده درميان ميں قائم هوگيا تها ' وه اوٹهتا جاتا هے - انگريزوں اور فرانسيسيوں سے زياده كون قوم بغض و عداوت كے نشے ميں سرشار تهي ؟ ليكن مصالح نے رفته رفته دونوں قوموں كو متحد كرديا ' اور آج فرانسيسي اور انگريزي فوج ميدان جنگ ميں دوش بدوش كهڑي هوكر لڑ رهي هے - جرمني اور فرانس، اگرچه آج ايك دوسرے كے خون كے پياسے هيں ' ليكن همكو وقتي اسباب كے اثر سے مرعوب هوكر مصالح كي لا زوال قوت كا انكار نه كردينا چاهيے - ممكن هے كه ايك دن جرمني بهي انگلستان بن جاے -

اونكا اخري استدلال يه هے كه جنگ كے علل و اسباب كي قوت روز بروز گهٹتي جاتي هے ' اور صلح و اتحاد كے ذرائع وسيع اور ترقي پذير هوتے جاتے هيں ' بالخصوص بعض اسباب ايسے پيدا هوگئے هيں جو دنيا كو اتفاق عام كي دعوت دے رهے هيں :

(١) علوم و فنون كي ترقي اور ايجادات و اختراعات كي وسعت نے هر ملك كے علماء كو ايك دوسرے كا دوست بناديا هے - بالخصوص علوم طبيعيه اور علم طب نے تو تمام دنيا كو ايك مركز پر جمع كرديا هے - ان علوم كا مقصد بالذات اگرچه قيام امن و انعقاد صلح نہيں هے ' ليكن اونكي ترقي و اشاعت كا جو طريقه اختيار كيا گيا هے ' اوس سے اتحاد و اتفاق كا مقصد نہايت آساني كے ساتهه حاصل هوسكتا هے - هر ملك ميں ان علوم كي ترقي و استحكام كيليے عظيم الشان كانفرنسيں قائم كيجاتي هيں - اون ميں ممالك مختلفه كے علماء بلكه سلاطين و وزراء تك شريك هوتے هيں ' جن كے يكساں نصب العين ميں كوئي اختلاف نہيں هوتا -

نمايشوں كے ذريعه سے بهي يه مقصد نہايت وسيع پيمانے پر حاصل هوتا جاتا هے - انگريزوں اور فرانسيسيوں نے لندن ميں تين سال تك جو نمايش قائم ركهي تهي ' اوسكي نسبت كہا جاتا هے كه اوس نے دونوں قوموں كے اتحاد ميں بڑي مدد دي هے -

(٢) ملكي اتفاق اور قومي اتحاد كا ايك بڑا ذريعه سلاطين ' وزراء ' اور اركان دولت كي باهمي ملاقات بهي هے ' اور يه ذريعه اس زمانے ميں نہايت عام هوگيا هے - فرانس اور انگلستان ميں اسي طريقه سے اتحاد پيدا هوا ' اور روس نے بهي انگلستان سے اسي طرح رسم مودت قائم كي -

ابتداء ميں تو اسكو ايك رسمي چيز سمجها جاتا تها - ليكن بعض غير متوقع نتائج نے اسكو اسقدر ترقي دي كه اسي غرض سے ايك عام انجمن قائم كيگئي جس ميں هر سلطنت كے عمال

شریک ہوے اور اوسکی ممبری قبول کی - اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے ارکان و عمال اور اعضاء حکومت میں باہم رابطۂ اتحاد قائم کیا جاے -

جو سلطنتیں صلح جو اور امن طلب تھیں ' اونہوں نے اسکو او روسعت دی - چنانچہ ولایت متحدہ امریکہ میں ایک عظیم الشان انجمن قائم کی گئی ' جسکا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے کارکن لوگوں کو باہم اسقدر متحد ہو جانا چاہیے کہ اگر ایک سلطنت دوسری سلطنت کے مقابلے میں آمادہ جنگ ہو ' تو دونوں سلطنتوں کے تمام عمال اپنے اپنے کام سے علحدہ ہو جائیں - اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سلطنت ایک دست شل بن کر رہجائیگی -

(٣) ان ذرائع کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں سیکڑوں انجمنیں خاص اسی غرض سے قائم ہوگئی ہیں کہ دنیا کو امن و صلح کی دعوت دیں ' اور سیاسی و قومی اختلافات کو مٹائیں - اس مقصد کے لیے جو قوانین بنائے جاتے ہیں ' وہ بجاے خود موثر ہیں ' لیکن سب سے زیادہ انکا اثر اخلاقی پڑتا ہے ' اور جو صدا ان انجمنوں سے بلند ہوتی ہے ' وہ صرف شرکاء کانفرنس ہی کے دلوں میں جذبۂ مودت نہیں پیدا کرتی ' بلکہ کانفرنس کے ہال سے باہر نکلکر تمام دنیا کو محیط ہو جاتی ہے ' اور ہر شخص کے دل میں محبت کا بیج بو دیتی ہے - اسکا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایک عام کانفرنس صلح قایم ہوگئی ہے ' اور جرمنی ' اسٹریا ' روس ' اٹلی ' اسپین ' انگلستان ' غرض تمام ملکوں میں مقامی انجمنین بھی قائم ہیں جو اس کانفرنس کے مقاصد کی تائید کرتی ہیں -

(٤) ایک خاص قانون ساز کانفرنس بھی قائم کیگئی ہے جسکے ممبر قانون کے بڑے بڑے فضلاء ہیں ' اور جو خاص طور پر ایسے قانون وضع کرتی ہے جو مختلف سلطنتوں کے مقاصد کو باہم ٹکرانے نہیں دیتے - یہ کانفرنس سنہ ١٨٧٣ میں مسیو رولاں فرانسیسی کی کوشش سے قائم ہوئی - اور رفتہ رفتہ امریکہ اور سوئٹزر لینڈ نے بھی اوسکی تقلید کی -

(٥) مختلف ممالک کی پارلیمنٹوں کے ممبروں کی کانفرنس ان سب سے الگ ہے - اوسکا مقصد یہ ہے کہ اختلافات و منازعات کا فیصلہ صرف حکم (پنچایت) کے ذریعہ سے کیا جاے -

(٦) سوشیالوجسٹ لوگوں کا ایک خاص فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو ہمیشہ تعاون ' اجتماع ' اور مصالحت عامہ کی تائید میں سرگرم رہتا ہے - یورپ میں انکی تعداد آٹھہ ملین ہے ' اسلیے جنگ کی طرح صلح بھی اپنے ساتھہ جانباز سپاہیوں کی ایک فوج گراں رکھتی ہے -

(منکرین صلح عام و مویدین جنگ)

لیکن مویدین جنگ ان دلائل کے آگے نہیں جھکتے - وہ کہتے ہیں کہ ان دلائل کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ انسان کی ایک غیر محدود تعداد کو فطرتاً عیش و مسرت اور سکون و اطمینان کے ساتھہ زندگی بسر کرنا چاہیے ' لیکن سوال یہ ہے کہ اسقدر کثیر التعداد عیش پرست انسان آغوش صلح میں پیدا بھی ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جنگ کی وجہ سے دفعتاً افزایش نسل انسانی میں ایک نمایاں تنزل پیدا ہو جاتا ہے ' لاکھوں نوجوان طعمۂ تیغ و سناں ہو جاتے ہیں ' ہزاروں عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں ' قبیلے کے قبیلے ' خاندان کے خاندان جلا وطنی اختیار کر لیتے ہیں ' اس طرح ایک ملک کی گود دفعتاً اپنے فرزندوں سے خالی ہو جاتی ہے - لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ توالد و تناسل پر عیش و راحت اور امن و صلح کا اس سے بھی زیادہ مضر اثر پڑتا ہے - جو قومیں جسقدر زیادہ جنگجو ہوتی ہیں ' اوسی قدر کثیر الاولاد بھی ہوتی ہیں - برخلاف اسکے عیش پسند ' صلح جو ' اور امن دوست قوموں میں بچوں کی تولید عموماً کم ہو جاتی ہے - عرب عموماً جنگجو تھے ' لیکن اون میں بچوں کی کثرت تھی -

فرانسیسیوں سے زیادہ عیش پرست کون سی قوم ہوگی ؟ لیکن وہاں کی آبادی روز بروز گھٹ رہی ہے - جرمنی کو ایک جنگجو ملک کہا جاتا ہے ' لیکن جس زمانے سے اوس نے یہ خطاب عام طور پر حاصل کیا ہے ' اوسیوقت سے اوس کی مردم شماری نے غیر معمولی ترقی کی ہے - جانور تک اس کلیہ سے مستثنی نہیں ' شیر اپنے کٹہرے میں بہ نسبت جنگل کی خاردار جھاڑیوں کے زیادہ امن و سکون کی زندگی بسر کرتا ہے ' لیکن اس گہوارۂ عیش میں اوسکا سلسلۂ توالد و تناسل دفعتاً منقطع ہو جاتا ہے - قبائل اور عام تمدنی جماعتوں کی ترقی صرف تکثیر نسل پر موقوف ہے ' اور جنگ اس تمدنی نظام کو صلح سے زیادہ وسعت کے ساتھہ قائم رکھہ سکتی ہے -

بد قسمتی سے اگرچہ ایک مدت سے جنگ ہوا پرستی ' شہرت طلبی ' اور خود غرضی کا ذریعہ بنا لیگئی ہے ' اور عموماً سلاطین و امراء فوج صرف اپنے جاہ و اقتدار کے قائم رکھنے کیلیے جنگی جہاز تیار کراتے ہیں ' توپیں ڈھالتے ہیں ' تلوار پر صیقل چڑھاتے ہیں ' اور فوجوں کو آگ اور خون کے طوفان میں جھونک دیتے ہیں ' لیکن جنگ کی نفس حقیقت پر اسکا کچھہ اثر نہیں پڑتا - امن و صلح کو بھی اسی طرح اغراض فاسدہ کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے - بہت سے لوگ صرف تن آسانی و کاہلی کیلیے اطمینان و سکون اور صلح و سلام کی زندگی کے طالب ہوتے ہیں -

خدا نے انسان میں بغض و انتقام کا مادہ صرف اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کرے ' اور انتخاب طبیعی اور بقاے اصلح میں فطرۃ کا مساعد و مددگار ہو ' پس جنگ کا فطری مقصد یہی ہے ' اور اس قسم کی لڑائیاں ہمیشہ دنیا کیلیے آگ اور خون کے ظاہری پردے میں ابر رحمت و چھینٹا ثابت ہوئی ہیں - جو لوگ میدان جنگ میں جانبازانہ لڑتے ہیں ' وہ کسی قوم کے فنا کرنے میں انتخاب طبیعی کو مدد ہی نہیں دیتے ' بلکہ وہ اپنے آپ کو اصلح بھی ثابت کردیتے ہیں ' یا اپنے اندر بقاء و قیام کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں - ممکن ہے کہ وہ خود انتخاب طبیعی اور بقاء اصلح کی حقیقت ' اوسکے وقت ' اور طریق انتخاب سے واقف نہ ہوں ' تاہم قوت و صلاحیت کا احساس صحیح خود کسی قوم کے صالح ہونے کی دلیل ہے ' اور دنیا کو اب تک اسی احساس نے قائم رکھا ہے - پس اس قوت و احساس صحیح کا اندازہ صرف میدان جنگ ہی میں ہوسکتا ہے - کوئی قوم میدان جنگ میں انتخاب طبیعی کا فرض ادا کرنے خود نہیں جاتی - بلکہ وہ فطرت کے سب سے بڑے امتحان گاہ میں لیجاکر کھڑی کرائی جاتی ہے ' اگر اوس میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہے تو زندہ رہتی ہے ' ورنہ انتخاب طبیعی کا اسلحۂ جنگ اوسکو فنا کر دیتا ہے -

جس اخلاقی شجاعت نے کارنامے ہسپتالوں ' کالجوں ' اور یتیم خانوں کی صورت میں نظر آتے ہیں ' وہ بھی اوسی وحشیانہ شجاعت کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے جو میدان جنگ میں نہایت خوفناک نظر آتی ہے - جنگ بیرحمی کے ساتھہ جذبہ رحم و محبت کو بھی پیدا کر دیتی ہے ' اور چونکہ زمانۂ جنگ میں تمام قوٰی و جذبات متحرک رہتے ہیں ' اسلیے ہر جنگجو قوم ان چیزوں کو نہایت سرعت کے ساتھہ قائم کر لیتی ہے - تمدن نے ہمیشہ جنگ کے ساتھہ ساتھہ ترقی کی ہے ' عیش پرستی نے اوس میں ایک ذرے کا بھی اضافہ نہیں کیا ہے -

آج ملکوں اور سلطنتوں میں اتفاق و اتحاد کے جو ذرائع پیدا ہوگئے ہیں ' وہ بھی جنگ ہی کی برکت ہے - واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ یہ جو کچھہ تھا ' خوف ' بزدلی ' مصلحت ' ریاکاری ' ڈپلومیسی کا نتیجہ تھا - خلوص صرف میدان جنگ ہی میں نظر آسکتا ہے ' اور ہمکو خلوص ہی کی جستجو کرنی چاہیے -

(باقی آیندہ)

اُسوۂ حسنہ

کائناتِ خلّت

یا

تاریخ " امۂ مسلمہ "

ما طفل کم سواد و سبق قصہ ھاے دوست
صد بار خوانـدہٗ و دگـر از سـر گـرفـتہ ایم

(۳)

(۲) قران حکیم میں حضرات انبیاء کا تذکرہ ایک ھي مقصد اور ایک ھي استدلال کے ماتحت نہیں ھے' بلکہ ھر جگھہ وہ ایک نیا مقصد ' ایک نیا نتیجہ ' ایک نیا استدلال ' اور ایک نیا طرز استنباط بصائر و حکم رکھتا ھے - یہي وجہ ھے کہ یہ عاجز قران حکیم میں محض تاکید و ازدیاد اثر کیلیے تکرار بیان و مطالب کا قائل نہیں بلکہ اسکو کلام الہي کیلیے ایک نقص یقین کرتا ھے' اور مطالب متکررہ کو بھي ھر جگہ باعتبار نتائج بالکل ایک نیا اور مستقل بیان پاتا ھے - اس بنا پر بلا شبہ ایک ظاھربیں نگاہ دیکھیگي کہ بہت سے مقامات بظاھر اِس حقیقت کے خلاف ھیں ' اور جن انبیاء کرام کو ھم مجدد قرار دیتے ھیں' انکا نام موسسین کے ساتھہ اسطرح لیا گیا ھے' گویا صنف کے اعتبار سے ان میں باھم کوئي امتیاز نہیں - لیکن ایسا سمجھنا فی الحقیقت ایک سخت کوتاہ بیني اور حقیقت ناشناسي ھوگي اور اسي لیے کہا گیا ھے کہ :

و ما یعقلہا الا العالمون ! حقائق قرانیہ کا ادراک نہیں کرسکتے مگر وہ لوگ جنکے قلوب کو اللہ تعالی نے علم حق کیلیے کھول دیا ھے !

نیز سورۂ عنـکبوت میں فرمایا : بل ھو ایات بینات في صدور الذین اوتوا العلم - یعني جن خوش نصیبوں کے سینوں کو خدا نے علم نبوي و الہي کیلیے کھول دیا ھے ' صرف وھي ھیں جو قران حکیم کے حقائق و معارف کا آشیانہ بن سکتے ھیں ' ورنہ ارباب جہل کي نظروں سے دیکھا جاے تو " اساطیر الاولین " کے سوا اسکے قصص کے اندر اور دھرا ھي کیا ھے ؟

بہر حال اس اختلاف طرز ذکر کا راز در اصل اس نکتہ کے حل ھونے پر موقوف ھے کہ قران حکیم کے قصص و اخبار کے مقاصد و اغراض پر سے پردہ اٹھایا جاے' اور جو حقائق و معارف ان میں پوشیدہ ھیں' اور اختلاف مقاصد بیان نے جسطرح بیان کے انداز و ترتیب کو بھي مختلف کردیا ھے' اسے واضح کیا جاے - مگر یہ موضوع تفسیر کا ھے - یہاں اسقدر کہدینا کافي ھے کہ جن سورتوں میں انبیاء موسسین کے ساتھہ ھي بغیر کسي فصل و امتیاز کے بعض انبیاء مجددین (علی نبینا و علیھم السلام) کا بھي ذکر کیا گیا ھے ' ان مقامات میں نہ تو مقصود ترتیب تاریخي ھے' نہ تفریق تاسیس و تجدید ' اور نہ ھي قسم دعوۃ کي بنا پر مختلف طبقات کي تمییز - بلکہ وھاں انکے اعمال مشترکہ و عامہ اور اسکے نتائج غیر مخصوصہ و متحدہ میں سے بعض خاص اُمور کو پیش کرنا ھے' اور صرف انھي کي جانب مخاطب کو متوجہ کرنا یا مسلمانوں کو توجہ دلاني ھے - اس مقصد کے لیے انبیاء کے ازمنۂ ظہور و تبلیغ کي تقدیم و تاخیر اور اصناف تاسیس و تجدید بالکل غیر موثر تھے' اسلیے بالکل ضرورت نہ تھي کہ ان پہلوؤں کا وھاں لحاظ کیا جاتا -

یا پھر بعض مقامات میں یہ نظر آتا ھے کہ مقصود انبیـاء کا ظہور نہیں بلکہ ایک خاص طرح کي دعوۃ ' ایک خاص طرح کي طرز تبلیغ ' ایک خاص طرح کي جماعت مومنین ' ایک خاص قسم کي ضلالت منکرین ' اور ان سب امور کا کوئي خاص طرح کا نتیجۂ حسن و قبح یا عذاب و ثواب مقصود ھے' اسلیے قدرتي طور پر ترتیب زماني و صنف نبوت و قسم دعوۃ سے بالکل قطع نظر کرلیا گیا ھے ' اور صرف اُن نبیوں اور دعوتوں کو یکجا کرکے بیان کردیا ھے جو اُس پیش نظر و زیر مقصد امر میں باھم سب سے زیادہ مشابہت و مشارکۃ رکھتے تھے - اگر حضرۃ نوح اور حضرۃ موسی علیھما السلام کے زمانے میں وہ امر زیادہ یکسانیت و مشارکۃ کے ساتھہ ظاھر ھوا ھے' تو بلا خیال اسکے کہ حضرۃ نوح کا زمانہ کب تھا اور حضرۃ موسی کب ظاھر ھوے ' اور بغیر اس ترتیب کے کہ حضرۃ نوح موسس تھے اور حضرۃ موسی مجدد ' دونوں کا ذکر ایک ساتھہ کردیا ھے - کیونکہ مقصد زمانہ ' صنف' اور وجود داعي نہیں ھے ' بلکہ ایک اور چیز جو بہ نسبت دوسرے انبیاء کرام کے ان دونوں کے زمانے میں زیادہ وسعت کے ساتھہ ظاھر ھوئي ' اور اسلیے عبرت و تذکیر کیلیے ان کا یکجائي ذکر زیادہ قوي و موثر ھے -

مگر جن مقامات میں اسطرح کے مقاصد نہ تھے بلکہ خاص طور پر زمانہ اور قسم دعوۃ و صنف ظہور مقصود تھا ' وھاں تم صاف صاف پاؤگے کہ موسسین بالکل الگ ھیں اور مجددین کي صف بالکل دوسري ھے - اور بالتصریح ظاھر کردیا ھے کہ ان میں موسسین امم کا سلسلہ اسطرح چلا اور مجددین امم اسطرح ظاھر ھوے -

(تمثیل دعوۃ اسـلام)

اب اس مقدمہ کو ذھن نشیں کرنے کے بعد میرا ساتھہ دو اور قرآن حکیم کے ان بیانات کو جو جابجا متفرق ھیں یکجا کرکے غور کرو -

سب سے پہلي چیز یہ ھے کہ قران حکیم نے جن مقامات پر قسم دعوۃ و صنف انبیاء کي بنـا پـر کوئي تذکرہ کیا ھے' یا کسي موسس کو بر بناء دعوۃ و تبلیغ تشبیہ دي ھے' تو اسطرح کے تمام مواقع پر اس امتیاز و فرق کو ملحوظ رکھا ھے -

چنانچہ تمام قران میں ھم پاتے ھیں کہ حضرۃ ختم المرسلین کي دعوۃ کو حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم علیھما السلام کي قسم دعوۃ سے تشبیہ دي ھے - حضرۃ ھود یا حضرۃ صـالح وغیرھـم مجددین سے تشبیہ نہیں دي - کیونکہ اسلام کي دعوۃ موسسہ تھي - مجددہ نہ تھي - اور حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم ھي تمام انبیاء متذکرۂ قران میں موسس تھے - پس اسلام کے لیے انھي کي صف میں جگہ رکھي گئي -

سورہ نساء میں فرمایا :

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نـوح والنبیین من بعدہ ' و اوحینا الی ابراھیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و الاسباط ' و عیسی ' و ایوب' و یـونس ' و ھـارون و	ھم نے اسي طرح تیرے وجود کو مہبط وحي الہي بنایا ' جسطرح حضرۃ نـوح کو اور اُن انبیاء (مجددین) کو جو دعوۃ نوحي کے بعد ھوے - نیز جسطرح حضرۃ ابراھیم پر ھم نے وحي کي اور انکے

سليمــان ‘ و اتينـا داود زبورا (٤ : ١٦٦)	بعد اسماعيل ‘ اسحاق ‘ يعقوب ‘ تمام اسباط اسرائيل ‘ عيسي ‘ ايوب

يونس ‘ هارون ‘ اور سليمان آے ‘ اور داود كو هم نے زبور عطا كيا -

اب ديكهو كه اس آية كريمه ميں كسقدر تدبر و تفكر عميق كي ضرورت هے ؟ آيت ميں مخاطب آنحضرت صلى الله عليه وسلم هيں - پهلے انكو حضرة نوح سے تشبيه دي جنهوں نے ايک نئي امة صالحه كي بنياد ركهي تهي - پهر كہا كه " والنبيين من بعده " اور جو نبي انكے بعد آے - يه طرز بيان صاف بتلا تا هے كه حضرة نوح كے بعد والے انبياء دعوة نوحي كے اسطرح اتباع و متعلقين ميں داخل تهے كه صرف حضرة نوح هي كا نام لے دينا انكے ليے كافي تها - پهر حضرة نوح كے بعد حضرة هود سے مزيد تشبيه نہيں دي ‘ حضرة صالح سے نہيں دي ‘ حضـــرة لوط سے نہيں دي ‘ حضرة اسحاق سے نہيں دي ‘ حالانكه اگر مقصود محض وحي كے مورد و مهبط هونے كے لحاظ سے تشبيه تهي تو اسكے ليے تمام انبياء كرام يكساں تهے ‘ مگر تم ديكهتے هو كه حضرة نوح كے بعد هي دوسرا نام حضرة ابراهيم عليه السلام كا ليا گيا ‘ اور يه دوسري تشبيه و مماثلة هے جو دعوة اسلامي كو دي گئـي - پهر حضـرة ابراهيـم كے بعد بہت سے انبياء كا نام ليا جو سب كے سب بلا استثناء دعوة ابراهيمي هي كے مجدد تهے ‘ اور اسطرح صاف صاف بتلا ديا كه تاسيـس امم صالحه كے سلسلے دو هيں : ايک حضـرة نوح اور " و النبيين من بعده " كا - دوسرا حضرة ابراهيم اور انكے مجددين اسماعيل و اسحاق و يعقوب عليهم السلام كا -

اگر كہا جاے كه حضرة نوح كے بعد حضرة ابراهيم عليه الســـلام كا نام محض ترتيب تاريخي كيليے آگيا ورنه كوئي مخصـوص امتياز نه تها ‘ تو يه بهي صحيح نہيں - كيونكه اس آية كريمه ميں تاريخي ترتيب بالكل نہيں نظر آتي - تم ديكهه رهے هو كه حضرة يعقوب و اسباط كے بعد هي حضرة عيسى كا نام آگيا هے جو سب كے بعد آے ‘ اور حضرة سليمان كے بعد حضرة داؤد كا نام ليا گيا ‘ حالانكه حضرة داؤد حضرة سليمان كے والد هيں -

پس اس آية ميں دعوة اسلامي كو تشبيه صرف دو دعوتوں سے دي گئي هے : دعوة نوحي اور دعوة ابراهيمي ‘ اور يه " كما اوحينا الى نوح " اور " و اوحينـــا الى ابراهيم " سے ظاهر هے - انكے علاوه يہاں جتنے انبياء كا ذكر كيا گيا هے ‘ انسے مماثلة مقصود نہيں هے ‘ بلكه انكے نام تبعاً آئے هيں كه وه ان دعوة هاے موسسه كے مجدد تهے -

رهي يه بات كه حضرة نوح كے مجددين كي طرف تو صرف مجمل اشاره كر ديا مگر حضـــرة ابراهيـــم كے مجددين كے نام بالتصريح الگ الگ ليے گئے ‘ تو اسكے بهي متعدد اسباب هيں - ازانجمله واضح تو يه كه سورة نساء كے اس حصه ميں تمام تر خطاب اهل كتاب سے هے ‘ اور انكي زياده تر معلومات حضرة ابراهيم كے بعد كے انبياء سے متعلق تهي - نيز تعلق موسوي و اسرائيلي كي وجه سے وه ان انبياء كو زياده محترم و مقدس سمجهتے تهے ‘ اور تورات انكے تذكرو سے لبريز تهي - پس حضرة نوح كے مجددين كيليے تو صرف اشاره كرديا ‘ اور حضرة ابراهيم كے مجددين كي تفصيل كي ‘ تاكه بيان زياده اوقع اور زياده پر حجة هو -

(ايک اعتراض)

اگر تم كو شبه هو كه قرآن نے اســي طرح اور اسي طريق تشبيه كے ساتهه تو حضرة موسى اور آنحضرة عليهما السلام كو بهي باهم مشابه قرار ديا هے :

انا ارسلـــنا اليكم رسولاً شاهداً عليكم كما ارسلنا الى فرعـون رســـولا - (٧٣ : ١٥)	هم نے تمهاري جانب اپنا ايک رسول بهيجا ‘ تمهارے آگے حق كي شهادت دينے والا ‘ جس طرح فرعون كي جانب اپنے ايک رسول (حضرة موسى) كو بهيجا تها -

تو واضح رهے كه يه مشابهت اس حقيقت كيليے بالكل مخالف نہيں هے - بلا شبه قرآن نے حضرة موسى كى بعثت سے داعي اسلام كي بعثت كو تشبيه دي هے ‘ اور يه اوسي ارشاد الهي كا اعاده و ياد آوري هے جو اس سے پهلے حضرة موسى كو مخاطب كركے كہا گيا تها كه " ميں تيرے بهائيوں (بني اسماعيل) ميں سے تيرا جيسا ايک نبي بهيجونگا " ليكن يه مشابهت قسم تاسيس و تجديد اور صنف نبوت ميں نہيں هے ‘ بلكه صرف حق اور باطل كے مقابلے ميں هے - سورة نساء كي آية ميں " كما اوحينا " هے " يعنے جسطرح هم نے حضرة نوح و ابراهيم پر نبوت و رسالت كي " وحي " كي - يہاں " ارسلنا " هے - يعني هم نے اس عهد كے باطل پرستوں اور متكبر و سركش كفار كے مقابلے ميں فتح رباني اور نصرة الهي كے ساتهه اسي طرح پيغمبر اسلام كو " بهيجا " هے ‘ جسطرح ابسے پهلے ايک بہت بڑے ظالم و مغرور ابليس كے مقابلے ميں حضرة موسى كو بهيجا تها ‘ اور باوجود اوس كے تمام ساز و سامان دنيوي كے وه اسپر غالب و فتح مند هوے تهے -

اس تشبيه سے صرف يه ظاهر كرنا مقصود هے كه باطل كو اپني شيطاني قوتوں كے گهمنڈ ميں مغرور نهوجانا چاهيے - جسطرح باوجود تنهائي و بے سرو ساماني كے حضرة موسي نے فرعون كو تباه و برباد كيا تها ‘ اسي طرح هم نے پيغمبر اسلام كو بهي اس عهد كے فراعنه و نمارده كے مقابلے ميں بهيجا هے - اب بهي وهي نتيجه نكلے گا جو اس وقت نكل چكا هے -

اسكي مزيد تائيد اس اية كريمه كے سياق و سباق سے هوتي هے - يه آية سورة مزمل كي هے جو اغاز ظهور اسلام كے زمانے ميں نازل هوئي تهي - اسكا موضوع تنزيل يه تها كه تبليغ حق كي مشكلات و مقامات كي نسبت آنحضرة صلى الله عليه وسلم كو آگاهي بخشي جاے ‘ اور بتلاديا جاے كه حق كا ظهور هميشه ابتدا ميں مظلومي و بے سرو ساماني هي كے ساتهه هوتا هے ‘ پر آخر ميں فتحمندي چمكتي هے - چنانچه آيت زير بحث سے پهلے راه حق كي مشكلات و تكاليف پر اور اس انكار و سركشي پر جو باطل پرستوں ميں نظر آتي تهي ‘ آپكو تسكين و تسلي دي هے اور فرمايا هے كه ان حالات كو ديكهكر اپنے اندر مايوسي نه لاؤ - يه حق كي ابتدا هے ‘ مگر تهوڑے سے صبر و انتظار كے بعد اسكي انتها بهي آنے والي هے :

و اذكر اسم ربک و تبتل اليه تبتيلا ‘ رب المشرق و المغرب لا اله الا هو فاتخذه وكيلا - و اصبر على ما يقولون و اهجرهم هجراً جميلا - و ذرني و المكذ بين اولي النعمة و مهلهم قليلا - ان لدينا انكالا و جحيما - (٧٣ : ١٠)	اپنے پروردگار كا ذكر كرو اور سب كي طرف سے آنكهيں بند كركے صرف اسي كے هو جاؤ - وه پروردگار كه تمام عالم ميں اسي كي ربوبيت كار فرما هے اور اسكے سوا كارساز عالم اور كوئي نہيں ‘ سو جب ايسا كارساز تمهارے ساتهه هے تو تم اور كسيطرف كيوں نظر اٹهاؤ ؟ بس اسي كو اپنا كارساز يقين كرو ! رها منكرين حق كا ظلم ‘ انكا كبر باطل ‘

اور انكي باطل پرستارانه كاميابيوں كے دعوے اور اعلانات ‘ سو چاهيے كه انپر صبر كرو - سردست بغير كسي سختي كے انسے الگ هو جاؤ ‘ اور انهيں انكے حال پر زياده نہيں ‘ تهوڑے دنوں كيليے چهوڑ دو - پهر ديكهو كه حق كے يه جهٹلا نے والے جو طرح طرح كي خوش حاليوں اور دنيوي عزتوں ميں اپنے تئيں پاكر بڑے هي متكبر و مغرور هوگئے هيں ‘ بالاخر كيسا نتيجه پاتے هيں ؟ همارے پاس اگر انكے ليے مهلت تهي تو اب انكے جكڑنے كيليے بيڑياں اور انكي عقوبت كيليے آگ بهي هے ! "

اسکے بعد پھر اُن منکرین و مغرورین کو مخاطب کرکے فرمایا که تمھیں معلوم هونا چاهیے که تمهاری جانب اسي طرح حق کا یه اعلان بهیجا گیا ھے ' جسطرح تمهاری نسل ابلیسي کے ایک مورث اعلی فرعون کے سامنے حق کا ظہور هوا تها ' اور جسطرح تم نے باطل پر گهمنڈ کیا ' اُس نے بھي کیا تها - چنانچه فرمایا که :

فعصي فرعون الرسول فاخذناه اخــذا و بیلا - فکیــف تتقون ان کفــر تم یومـــا یجعــل الولـــدان شیباً ؟ (۷۳ : ۱۶)

فـرعـون نے همارے رسـول کي نافرماني کي سو همارے غضب نے اسے بڑا هي سخت پکڑا اور اسکا سارا گهمنڈ اور غرور باطل بیکار گیا - پھر اے منکرین اسلام ! اگر تم بھي اسي طرح نافرماني کروگے تو اُس دن کي مصیبت سے کیسے بچ سکوگے جسکي سختي بچوں کو مارے غم کے بوڑھا کردیگي ؟

یه اشاره بدر اور فتح مکه کے طرف تها ' سو وعید الهي نے جو کہا تها پورا کر دکهایا -

بهر حال سورۂ مزمل کے موضوع تنزیل اور ایة زیر بحث کے سباق و سیاق سے صاف ظاهر ھے که یہاں حضرة موسی سے آیة نساء کي طرح دعوة اور داعي میں تشبیه نهیں دي گئي ھے' بلکه دعوة و داعي کے انکار اور منکر میں دي گئي ھے - پس یه تشبیه آنحضرة اور حضرة موسی علیهما السلام میں نه هوئي - منکر موسی اور منکر محمد میں هوئي (صلی الله علیهما و لعنة الله علی المنــکرین الخاسرین !)

(۳) ٹھیک ٹھیک اسي طرح سوره " شوری " میں جہاں وحدة ادیان و توحید شرائع کي طرف توجه دلائي ھے ' تو وهاں بھي دعوة اسلامي کا ذکر حضرة نوح اور حضرة ابراهیم علیهما السلام هي کي صف میں بلا فصل کیا گیا ھے' اور اسطرح اسکي قوة موسسه کي نمایاں صنف واضح کردي ھے:

شــرح لکم من الدین ما وصي به نوحا و الذي اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیــم و مـوسی و عیسی ؛ ان اقیمـــوا الدین و لا تتفرقوا فیه - (۴۲ : ۱۱)

تمهارے لیے دین کا وهي راسته ٹهرایا ھے جس کے لیے نوح کو وصیت کي گئي تهي' اور اے پیغمبر اسلام ! جسکے لیے هم نے تم پر وحي کي ھے - نیز یه وهي راه ھے که اسکے لیے ابراهیم' موسی' اور عیسی کو بھي هم نے وصیت کي تهي که دین الهي کو قائم کرو اور اسمیں تفرقه نه ڈالو -

اب غور کرو که اس آیة کریمه میں الله تعالی نے کسطرح پیغمبر اسلام کو نمایاں طور پر حضرة نوح کے ساتھه کهڑا کیا ھے' اور جن انبیاء کرام علیهم السلام کو هم نے دوسري صنف مجددین میں قرار دیا ھے' انمیں سے کسي کا نام نهیں لیا ھے ؟ پھر اسپر بھي نظر رھے که یہاں دعوة اسلام کا ذکر جسطرح ترتیب تاریخي و زماني کو یکقلم نظر انداز کرکے کیا گیا ھے ' وه اس حقیقت کیلیے بالکل ایک بے حجاب روشني ھے - آیة کریمه کا مقصود یه تها که دین الهي کي وحدة اور قانون ظهور رسالت کي یکساں حالت کي طرف توجه دلائي جاے - پس فرمایا که وه ایک هي شریعة الاهیه ھے جسکي طرف برابر هر ظهور نے دعوة دي' اور سب کي دعوة کا مقصد قیام دین الهي و عدم تفرقۂ و اختلاف تها - پھر اس سلسلے کو حضرة نوح سے شروع کیا - اگر بلحاظ صنف کے تمام ظهوروں میں کوئي فرق نه تها ' تو قدرتي ترتیب تو یه تهي که حضرة نوح کے بعد اُنکے بعد کے انبیاء کا ذکر کیا جاتا ' اور اگر انکو کسي وجه سے نظر انداز کردیا تها تو حضرة ابراهیم' حضرة موسی ' حضرة عیسی کے تذکره کو تو ضرور هي انکے بعد جگه دي جاتي' اور پھر سب کے اخر میں اسلام کا ذکر کیا جاتا جیسا که سب کے بعد وه ظاهر هوا ' لیکن تم دیکھه رھے هو که حضرة نوح کے بعد یکایک لسان الهي اسلام کي جانب متوجه هوتي ھے اور پیغمبر اسلام کو مخاطب کرکے انکي دعوة کا ذکر کرتي ھے - پھر اونکا ذکر کرکے مکرر درمیاني کڑیوں کي طرف عود کرتي ھے' اور ان میں سے بھي سب سے پہلے حضرة ابراهیم علیه السلام هي کا نام لیتي ھے جو دعوة نوحي کے بعد دوسرے دور تاسیس کے موسس تھے - البته انکے ساتھه حضرة موسی اور حضرة عیسی علیهما السلام کا ذکر بھي کردیا جاتا ھے !

حضرة نوح اور حضرة ابراهیم علیهما السلام کے درمیان اسلام کا ذکر بالکل ایک طرح کا جملۂ معترضه معلوم هوتا ھے' جو ترتیب بیان کے بالکل خلاف ھے -

پس بیان کا یه انداز صاف صاف کهه رها ھے که سلسلۂ ادیان و توصیۂ شرائع میں اســـلام کو کوئي ایسي خصوصیت حاصل ھے جسکي وجه سے وه حضرة نوح کے تذکره سے ایک خاص تعلق و ربط رکهتا ھے' اور اسلیے گو اسکا ظهور سب سے آخر هوا ' تاهم اپنے تعلق و ربط کي بنا پر حضرة نوح کے ساتهه اسکا ذکر نهایت ضروري تها - اسي طرح اسلام کے بعد حضرة ابراهیم کا نام لیا گیا اور انکو حضرة موسی و عیسی کے ناموں پر مقدم رکها - نه اسلیے که بلحاظ زمانے کے وه مقدم تھے ' کیونکه زمانے کو تو یہاں بالکل نظر انداز کردیا گیا ھے اور دعوة نوحي کے بعد دعوة اسلامي کا نام آگیا ھے' بلکه صرف اسلیے که حضرة ابراهیم بھي مثل حضرة نوح و حضرة ختم المرسلین کے موسس تھے - اسلیے وهي اس صف میں کهڑے هوسکتے تھے - البته انکے بعد انکے مجددوں کا بھي خاص طور پر ذکر کیا گیا ' تاکه ایک طرف تو یه واضح هو جاے که موسس و مجدد ' دونوں طرح کے نبیوں کا مقصد همیشه ایک هي رها ھے اور سب کو ایک هي دین الهي کي وصیت کي گئي ھے ' دوسري طرف یهودیوں اور عیسائیوں کے تخاطب میں اُن انبیاء کا ذکر آجاے جن کي ذات سے انکا اولین تعلق ھے -

(اتحـاد دعوة نوحــي و ابراهیمــي)

(۴) سورۂ انعام میں ایک مقام پر به تفصیل حضرة ابراهیم کے مقامات و درجات الاهیه کا تذکره کیا ھے - وهاں فرمایا :

و تلک حجتنــا آتیناها ابراهیم علی قومه' نرفع درجات من نشآء ' ان ربک حکیــم علیــم - ووهبنـا لـــه اسحـاق ویعقــوب کلاً هدینـــا ' و نوحا هدینا من قبل - و من ذریتــه داود و سلیمـــان وایوب الخ (۶ : ۸۴)

" اور یه هماري هي حجة تهي جو هم نے ابراهیم کو اُسکي قوم کے مقابلے میں عطا کي - هم اپنے بندوں میں سے جسکو ظهور حق کیلیے چن لیتے هیں ' اسکے مدارج علم الهي کو اسي طرح بلند کرتے هیں - بلا شبه تمهارا پروردگار حکیم و علیم ھے که اسکے تمام کاموں کے اندر حکمتیں اور مصلحتیں هوتي هیں - اور پھر دیکھو که هم نے ابراهیم کو اسحاق اور یعقوب جیسي نسل دي که ان دونوں کے آگے دین حق کي راه هم نے کهول دي تهي ' اور یہاں یه بھي یاد رھے که ابراهیم سے پہلے نوح کو بھي دین حق کي راه اسي طرح هم دکها چکے هیں - بهر حال هم نے ابراهیم کو اسحاق و یعقوب کي نسل دي ' اور نیز اسکي ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب (الخ) کو پیدا کیا "

اس آیة کریمه کا انداز بیان بھي کس قدر واضح و نمایاں طور پر اس حقیقت مستوره کو بے حجاب کر رها ھے ؟

یہاں تذکره صرف حضرة ابراهیم علیه السلام کا ھے جو " واذ قال ابراهیم لابیه اذر " سے شروع هوا ھے اور مسلسل بڑهتا آیا ھے - اسي سلسله میں حضرة ابراهیم اور انکي قوم کے مباحثۂ حق و ضلالت کا ذکر کیا ھے اور ایک خاص برهان الهي کو نقل کرکے " حجة " قرار دیا ھے - پھر فرمایا ھے که یه هماري حجة ھے جو هم نے ابراهیم کو دي اور اونکے درجات کو بلند کیا -

اب یه بالکل ظاهر ہے که یہاں حضرۃ نوح کا کوئي تذکرہ نه تها - نه اس سے پہلے انکي طرف اشارہ کیا گیا ہے - ذکر صرف حضرۃ ابراهیم کا ہے اور انکي اس فضیلت کا ہے که خدا نے حضرۃ اسحاق اور انکے بعد حضرۃ یعقوب کے ذریعه نسل ابراهیمي کو پهیلایا اور زمین پر قائم کیا - لیکن یکایک درمیان میں ایک جملۂ معترضه سا آگیا ہے جو بظاهر ربط بیان کے بالکل مخالف ہے که " و نوحا هدینا من قبل " اور نوح جنکو انسے پہلے هم نے هدایت بخشي - سوال یه ہے که اس جملۂ معترضه کا یہاں کون موقعه تها ؟ اور حضرۃ ابراهیم کے تذکرہ میں بغیر ربط بیان کے صرف حضرۃ نوح کے ظہور و هدایت بخشي کي جانب اشارہ کر دینا کیوں ضروري هوا ؟

ممکن ہے که جن لوگوں کے نزدیک کلام الهي کي تقدیس و عظمت کیلیے ربط بیان و ترتیب مطالب کچهه ضروري نہیں ہے ' (حالانکه وہ خود انسان هوکر اپنے بیان کیلیے ضرور ري سمجهتے هیں) وہ اس چیز کو چنداں قابل غور نه سمجهیں - لیکن الحمد لله هم که انسانوں کے اندر مربوط و مرتب بیان کرنے کي قدرت دیکهتے هیں ' کسي طرح اسکا تخیل بهي نہیں کر سکتے که خدا کے کلام کو بے ربط قرار دیں - انسان اگر نہیں سمجهتا تو اسکے لیے بہتر ہے که اپني سمجهه کا گله کرے ' به نسبت اسکے که کلام الهي کي عظمت کو اپني کم فہمي سے آلودہ کرے !

پس واضح هو که یه آیۃ کریمه بهي بلحاظ اپنے خاص موضوع بحث کے اسي طرح مربوط اور متصل بیان ہے ' جیسا که اول سے لیکر آخر تک قرآن حکیم کا هر حصه مرتب و منظم ہے - بلاشبه یہاں صرف حضرۃ ابراهیم هي کا تذکرہ ہے - حضرۃ نوح کا کوئي تذکرہ نہیں ' لیکن حضرۃ ابراهیم کے مقامات میں سے اس مقام کا تذکرہ آگیا ہے جو انکي دعوۃ کي قوۃ موسسه اور اسکے آثار باقیه و جاریه سے تعلق رکهتا ہے - یعني یه بیان شروع هوگیا ہے که هم نے انکے وجود کو هدایت ارضي کا ایک ایسا تخم بنایا جس سے بے شمار شاخیں آگے چلکر پهوٹیں اور پهیلیں ' اور انکو حضرۃ اسحاق و حضرۃ یعقوب کي نسل دي جس سے کتنے هي انبیاء و مجددین پیدا هوے ' اور اپنے اپنے عہدوں میں دعوۃ ابراهیمي کي تجدید کرتے رہے - و وهبنا له اسحاق و یعقوب - چونکه حضرۃ ابراهیم کا یه درجه اسي طرح کا تها ' جیسا که درجۂ تاسیس حضرۃ نوح کو انسے پہلے دیا گیا تها ' اور انکي دعوۃ موسسه کي نسل و ذریت عرصه تک قائم و جاري رهي تهي ' اسلیے ضرور تها که اسکي طرف بهي اشارہ کردیا جاتا ' تا که حضرۃ ابراهیم کي اس فضیلت و خصوصیت کي صنف واضح هو جاے - چنانچه ایسا هي کیا گیا ' اور بتلادیا گیا که حضرۃ ابراهیم کو جو ایک نسل هدایت هم نے بخشی ' تو یه اسي قسم کي بخشش الهي ہے ' جیسي که انسے پہلے حضرۃ نوح کے ذریعه هوچکي ہے - انکي نسل بهي نسل ابراهیمي کي طرح هدایت ارضي کیلیے عرصه تک قائم رکهي گئي -

حضرۃ نوح کا ذکر ' حضرۃ اسحاق و یعقوب کے بعد کیا ہے نه که پہلے - تم جانتے هو که حضرۃ اسحاق و یعقوب هي سے نسل ابراهیمي بني اسرائیل کے نام سے بڑهي اور پهیلي ' اور یه بهي تمهیں معلوم ہے که حضرۃ یعقوب هي کا دوسرا نام " اسرائیل " تها - پس یه کیسا کهلا ثبوت ہے اس امر کا که حضرۃ نوح کا یہاں ذکر صرف بقاء نسل و ذریت کے اشتراک اور هم صنفي هي کي بنا پر کیا گیا ہے ' اور چونکه اس وصف میں صرف وهي ایک ایسي دعوۃ تهي جو حضرۃ ابراهیم کي دعوۃ موسسه سے نسبت رکهتي تهي ' اسلیے صرف اسي کا ذکر کیا گیا - ان کا ذکر نہیں کیا جو موسس کي جگه مجدد تهے - مثلاً حضرۃ صالح ' حضرۃ هود ' حضرۃ لوط ' علیهم السلام -

تاریخ و عبر

الحرب في الاسلام

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پاني پتي)

(۱)

دور تہذیب و مدنیت کے آغاز میں انسانوں کي جرگه بندیاں هوا کرتي تهیں ' اور ان کي فوجیں وهي خاندان و قبیله کے افراد - جس وقت لڑائي یا جنگ کي نوبت آتي یا جدال و قتال کي ضرورت هوتي ' تو هر ایک خاندان و قبیله کے اشخاص بلا کسي نظام و ترتیب کے یکجا جمع هوجایا کرتے تهے ' اور جنگ کے بعد هر شخص کو اتنا هي حصه مال غنیمت کا ملتا تها جتنا وہ اپني بہادري ' زور و قوت ' اور جوانمردي سے حاصل کر سکتا - مگر جب لوگوں نے حضریت اختیار کي تو کاروبار باهم تقسیم کر لیے گئے ' حکومتیں قائم هوئیں ' الگ الگ پیشے ' جدا جدا عمل اختیار کیے گئے ' اور اسیوقت سے فوجي ملازمت کي بنا پڑي - سب سے پہلے جس حکومت نے فوج کو بهرتي کیا ' وہ " مصر کي فرعوني حکومت " تهي - خیال کیا جاتا ہے که پہلے پہل اسکي ابتدا عیسی علیه السلام سے تقریباً دو هزار برس پیشتر اس وقت پڑي جبکه فراعنۂ مصر نے حبشیوں اور زنگیوں کي ایک تعداد کثیر کو بهرتي کرکے ایک باقاعدہ فوج مرتب کي ' اور اسکي مدد سے " بحر احمر " کے سواحل پر آباد شدہ اقوام و قبائل کو مسخر کرلیا - بعد ازاں دوسري قوموں نے اس کي تقلید کي اور مختلف حکومتوں نے اسي کا تتبع کیا - چنانچه اشوریا ' بابل ' فینیقیه ' اور یونان کي قدیم حکومتوں نے اس طریقه کو اختیار کیا - یونان سے رومیوں نے اخذ کیا ' اور رومیوں سے مسلمانوں نے سیکها -

فراعنۂ مصر کے یہاں " فوجي نظام " بدیں شکل قائم هوتا تها که وہ اپني افواج کو لنبي ' گنجان ' اور سیدهي صفوں میں کهڑا کیا کرتے تهے - اسکي تائید ان عمارات کهنه کے کهنڈرات اور محلات شکسته کے بوسیدہ در و دیوار سے بخوبي هو سکتي ہے جو مصر میں اپنے متکبر و متمرد مکینوں کي یادگار هیں ' اور جن پر صفوف لشکر کي متعدد تصاویر کهینچي هوئي پائي گئي هیں -

حکومت مصر سے اس طریقه کو اهل یونان نے استنباط کیا ' اور اپنے یہاں اسکو کسي قدر ترمیم و تنسیخ کے بعد رائج کیا - انهوں نے " پلٹنیں " تیار کیں جن کو وہ (Phalanx) کہتے تهے - ان کے نظم و ترتیب کي صورت یه تهي که فوجي سپاهي بالکل سیدهي صفوف میں کهڑے هو جاتے تهے - ۴۰۰۰ جوانوں سے ایک پلٹن مرتب هوتي - کهڑے هونے کا طریقه یه تها که ایک سپاهي دوسرے سپاهي سے چند قدم کے فاصلے پر اپنے مقابل والے سپاهي کي بالکل سیدهه میں کهڑا هوتا ' اور صفیں ایک دوسرے کے پیچهے برابر چلي جاتیں - ایک عرصے تک یه فوجي نظام بدستور اپني حالت پر قائم رها - لیکن مقدونیه کے بادشاہ اور سکندر اعظم کے باپ " فیلقوس " نے پلٹن کے سپاهیوں کي تعداد مذکورۂ بالا شمار سے دگني کر دي ' اور پهر فیلقوس کي وفات کے بعد اس کے بیٹے سکندر اعظم نے چوگني کردي - سکندر نے سپاهیوں کو اس قدر پاس پاس کهڑا کرنا شروع کیا که ان کے کندهے باهم ملے رهتے تهے ' اور ان کي ڈهالیں ایک دوسرے سے ٹکراجاتي تهیں - نیز اس نے سپاهیوں کیلیے عجیب طرز اور نئے طریقے کے نیزے بنوائے تهے ' جنمیں سے اکثر نیزے چوبیس چوبیس فیٹ لنبے هوتے تهے - سب سے پهلي صف

کے نیزے چھوٹے ہوا کرتے تھے' اور مابعد کی صفوف کے درجہ بدرجہ بڑے ہوتے چلے جاتے تھے - یہاں تک کہ صف پنجم کے نیزے تقریباً تین قدم آگے کو نکلے رہتے - فیلقوس نے سواروں کی بھی ایک جماعت مرتب کی تھی - سکندر نے اس جماعت کے اسلحہ میں بھی اضافہ کیا ' اور منجملہ جدید اسلحہ کے ایک ہتیار " منجنیق " بھی تھا -

فوج کا یہی زبردست نظام تھا جس کے ذریعہ سکندر تمام دنیا کو مغلوب کر سکا !

(رومی فوج)

رومی حکومت قائم ہوئی تو اُس نے یونانی صف بندی کے طریقہ کو اپنے یہاں رائج کیا - رومی لشکر آغاز حکومت میں ایک ایسے گروہ سے مرکب ہوتا تھا جسکے افراد کی تعداد ۶۰۰۰ ہوا کرتی تھی' اور یہ تعداد تین طبقات کے اشخاص سے ترکیب پاتی :

(۱) - نوجوان لوگ - جن کی صف لڑائی میں سب سے آگے رہتی تھی -

(۲) - ادھیڑ عمر کے لوگ جو دوسری صف میں رہتے تھے -

(۳) - تجربہ کار اور جنگ آزمودہ لوگ - سب سے پیچھے تیسری صف میں -

ان میں سے ہر ایک کے آگے ایک جماعت سواروں کی بھی موجود رہتی جو تلواریں حمائل کیے' جھنڈیاں ہاتھوں میں لیے' اپنی ڈیوٹی پر مامور رہا کرتے تھے تاکہ پیادہ فوج کو بچانیکے کام آئیں - اور ضرورت پر اُن کی مدد کریں' اور موقع پڑے تو دشمنوں کو اپنے ساتھہ الجھائے رکھیں -

بعد ازاں رومیوں نے فوج کی اس فرقہ بندی کو بغیر صف کی ترتیب کے متعدد ٹکڑیوں میں منقسم کردیا - ہر ایک ٹکڑی کی تین قسمیں ' ہر قسم کے دو حصے ' اور ہر حصے میں ایک سو سپاہی ہوا کرتے تھے - یہ طریقہ قدیم نظام مذکورہ سے بالکل خلاف تھا - کیونکہ اسمیں سپاہیوں کی صرف ایک ہی پلٹن نہیں ہوتی تھی' بلکہ متعدد ٹکریاں ہوتی تھیں ' اور ہر ایک ٹکری بجاے خود ایک فوج ہوا کرتی - صفحات آیندہ میں اسکی تفصیل بیان کیجائیگی - اسلامی فتوحات شروع ہونے تک رومی فوج کا نظام اسی صورت پر قائم رہا ' اور اُسمیں کوئی تغیر نہیں کیا گیا -

ظہور اسلام کے وقت افواج رومیہ کی تعداد ۱۲۰۰۰۰ تھی' جس کے ہر دس ہزار سپاہیوں کا ایک جنرل ہوا کرتا تھا ' جو اکثر حالتوں میں " بطریق " ہوتا رہا ہے - اس بطریق کے ماتحت دو کپتان ہوتے تھے جن کو " طومرخان " کہتے تھے - انمیں سے ہر ایک ۵۰۰۰ سپاہیوں پر کمان کرتا ' اور ہر ایک طومرخان کے ماتحت پانچ " طربخاریہ " ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کا افسر ہوتا - پھر ہر ایک طربخاریہ کے ماتحت پانچ " قومس " ہوتے - اور ہر ایک قومس ۲۰۰ سپاہیونکا افسر بنایا جاتا - قومس سے نیچے " قمطرح " اور اس کے ماتحت " دامرخ " ہوتا ' جسکے ماتحت دس سپاہی ہوتے - اس نظام میں آجکل کے فوجی نظام کے ساتھہ پوری مشابہت نظر آتی ہے -

اهل فارس کے یہاں لشکر کے چار طبقے ہوتے تھے - پہلا طبقہ بڑے بڑے سرداروں کا ہوتا تھا ' جنمیں سے ہر ایک کو " میر میران " کہا جاتا تھا - اسکے ماتحت چار اور افسر ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک کو " اسپہبد " کہتے - ہر اسپہبد کے نیچے چار " مرزبان " پھر ہر مرزبان کے نیچے چار " سالار " اور ہر سالار کے نیچے دس سوار اور پانچ پیدل ہوا کرتے: - جنہیں " پیادہ " کہتے تھے -

(عـربی فوج)

ظہور اســلام سے قبل اهل عرب بالکل بدوی تھے - وہ بالکل وحشیانہ اور بدویانہ زندگی بسر کرتے اور اُسی میں مگن رہتے - اُن کے یہاں فوج کا بھی نظام نہ تھا - قبائل جدا جدا تھے - جب کوئی قبیلہ جنـگ کیلیے طیاری کرتا تو اپنے یہاں کے مردوں کو چھانٹ کر انہیں سے فوج مرتب کرلیتا جن میں سوار اور پیدل دونوں طرح کے لوگ ہوتے تھے - اُن کے پاس زمانۂ جاهلیت کے مشہور اسلحہ مثلاً کمان ' نیزہ ' اور تلوار وغیرہ موجود ہوتے - ہاں اُن عربی سلطنتوں میں جنھوں نے اسلام سے قبل تمدن کا عروج پایا ' فوجی نظام کا وجود پایا جاتا ہے - جیسے شـاهان تبع اور حکمرانان حمیر' اور منذری گھرانے کے فرمانروا جنکا دارالسلطنت حیرہ ایک مشہور شہر تھا - مورخین نے ان مناذرہ کے یہاں دو فوجی جماعتوں کا ہونا بیان کیا ہے' جنمیں سے ایک کو " دوســر " اور دوسری کو " شہباء " کے نام سے موسوم کرتے تھے - باقی رہے حجاز کے عرب ' تو وہ اسلام سے پہلے اُسی بدوی فطرت پر قائم تھے جسکا اوپر ذکر آچکا ہے -

اسلام کا ظہور ہونیکے بعد اهل اسلام باقی تمام اهل عرب سے علیحدہ ہوگئے ' اور دین و مذہب کی اجتماعی قوت نے انہیں یکدست بنا کر دشمنان دین کے ساتھہ جنگ کرنے کیلیے متفق اور متحد کردیا - یہی وجہ ہے کہ اسوقت جسقدر اهل عرب مسلمان ہوے تھے ' سب کے سب سپاہی تھے - مسلمانوں کے اولین سپاہی تو مہاجرین تھے' مگر وہ مدینہ میں آے تو انصار سے ملکر ایک ہی جماعت بن گئے' جن کے کمان افسر خود نبی صلی اللہ علیہ و سلم تھے - اُن کا باہمی رابطہ اور معاهدۂ دوستی اسلامی بھائی چارہ کی قوت تھی - اُن دنوں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی -

اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ و سلم ' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ' اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانوں میں غزوات و فتوحات کیوجہ سے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی - کیونکہ اب روز بروز عربی قبائل کے ہر طرح کے لوگ نجد ' یمامہ ' یمن ' اور حجاز سے آ آکر ملتے جاتے تھے ' اور اسلامی اجتماعیت ان کو ایک جماعة بناتی جاتی تھی - آخرکار وہ تھوڑے سے بہت ہوگئے' اور انہوں نے باهم همدوش ہوکر شام ' عراق ' اور مصر کے ملکوں پر حملے کیے ' اور اِن سب کو فتح کرلیا ' نئے نئے شہر آباد کیے ' اور مختلف حصوں میں منقسم ہوکر علیحدہ علیحدہ مقامات میں رہنے لگے - چنانچہ کچھہ لوگ مصر میں ' کچھہ شام میں ' اور بعض عراق میں مقیم ہوگئے - بعض نے خاص خاص چھاونیوں میں سکونت اختیار کی -

ہر ایک چھاونی کی فوج قبائل اور گھرانوں کے اعتبار سے منقسم تھی - مثلاً " بصرہ " کے پانچ حصے تھے جن کو " اخماس " کہتے تھے - ہر ایک حصہ (خمس) میں ایک قبیلہ حسب ذیل قبائل میں سے رہتا تھا :

(۱) ازد (۲) تمیم (۳) بکر (۴) عبد القیس (۵) اهل عالیہ (قریش ' کنانہ ' ازد ' بجیلہ ' خثعم ' اور تمام گھرانا قیس عیلان کا اور مزینہ)

یہ سب مسلمان عربوں کے قبیلے تھے ' اور اهل کوفہ کے رہنے والوں کو اهل مدینہ کے نام سے موسوم کرتے تھے - ہر ایک خمس پر انہی قبائل کے اُمراء میں سے ایک شخص امیر ہوا کرتا - اسی نظام پر مسلمانوں کی اور تمام فوجی طاقتوں کو قیاس کرنا چاهیــے - خواہ وہ کوفہ میں رہتے ہوں' یا فسطاط اور مدائن کے شہروں میں جن کو مسلمانوں ہی نے آباد کیا تھا - یا اُنکے علاوہ عراق ' شام ' اور مصر کے قدیم متمدن شہروں میں بس گئے ہوں جنکی آبادیوں کو خدا نے انکے لیے کھول دیا تھا ' اور اسلامی عدل و رحمت کی برکات نے وہاں کے باشندوں کو انکا حلقہ بگوش بنا دیا تھا !

بارجود اس کے تمام مسلمان سر بکف سپاهي تھے - انمیں سے کوئي شخص سواے شمشیر زني کے دوسرا کوئي پیشه یا کام اختیار نهیں کرتا تھا - حضرت عمر رضي الله عنه نے انهیں کاشت و زراعت کے بکھیڑوں میں دخل دینے اور کھیتي باڑي کے دھندوں میں پڑنے سے بھي منع فرما دیا تھا - کیونکه خلیفهٔ ممدوح نے اس بات کو بخوبي سمجھه لیا تھا که مسلمانوں نے ممالک کو فتح کرنے اور سرسبز زمینوں پر قابض و متصرف هونیکے بعد آرام طلبي اختیارکرنا اور جنگ سے دست کش هونا چاها تھا - لهذا آپ نے تمام ممالک مفتوحه میں منادي کرادي که امیر افواج (جنرل) اپني اپني رعایا (سپاه) سے کہدیں : " بیت المال سے اُن کا وظیفه مقرر کر دیا گیا هے - ان کے اهل و عیال کیلیے بھي وظائف کي ایک مقدار معین هوچکي هے - اب وه لوگ کھیتي کرنے یا بونے کي جانب مائل نه هوں "

حضرت عمر رضي الله عنه نے اس حکم میں اس دور اندیشي کو بھي ملحوظ رکھا تھا که جنگجو مسلمان کسي ملک کو اپنا وطن بنا کر کہیں اوسمیں با قاعده سکونت و قیام اختیار نه کرلیں' اور اسطرح اُن کو اپنے اُن بھائیوں کي اعانت و امداد کیلیے جو کسي اور جگه مصروف جنگ هوں' جانا ناگوار خاطر هو جاے - یا کسي علاقهٔ مفتوحه کي حفاظت و انتظام کي غرض سے روانه هوتے وقت (جسکا اتفاق اکثر پڑا کرتا تھا) نقل و حرکت شاق نه گذرے -

مسلمانوں کي عام جماعتوں کے علاوه فوج کي ایک علحده جماعت کو مرتب کرنا' حضرت عمر کے عهد میں دفاتر کھلنے کے وقت سے شروع هوا' اور بنو امیه کے عهد میں مکمل هوا - اس کا بیان قارئین کرام آینده صفحات میں ملاحظه فرمائینگے -

تاریخ داں حضرات سے یه امر پوشیده نهیں هے که خدمات جنگي کا لزوم اور با قاعده فوجي ملازمت کا دستور زمانهٔ بنو امیه کے وسط میں شروع هوا تھا - اس سے پہلے لوگ محض جهاد کے طور پر لڑائیوں میں شریک هو کر مال غنیمت' اور اپنے هاتھوں سے قتل کیے هوے دشمن کے ساز و سامان سے فائده اُٹھاتے تھے - حضرت عثمان رضي الله عنه کي شهادت (سنه ٣٥ هجري) کے بعد اهل اسلام بیروني دشمنوں کو چھوڑ کر آپس کے جھگڑوں میں مصروف هوگئے' اور باهمي اختلافات کي وه افسوس ناک ابتدا شروع هوگئي جس نے آگے چلکر ایک دائمي خانه جنگي کي شکل اختیار کرلي - مگر جب بنو امیه کے قبضه میں انتظام و انصرام سلطنت چلا گیا اور مسلمانوں کي سلطنت کا شیرازه مکرر باهم متحد هوگیا' اور اموي عنصر کے غالب آ جانے سے فرقه بندیوں کا زور بھي گھٹ چلا' تو اسوقت مسلمانوں کے خیالات کسي ایسے معامله پر رجوع اور مائل هونے سے رک گئے' جو انهیں جنگ پر آماده کرے اور لڑتے رهنے کا شوق دلاے - یهي وجه تھي که اس زمانے میں قوم کے افراد کي مشغولیت میں آرام طلبي ازو عیش و عشرت کا انداز شروع هوگیا - اس حالت کو دیکھکر خلفاء نے آینده نتائج کے خوفناک اور تباه کن انجام پر نظر کي اور مجبور هوے که فوجي ملازمت کا سلسله شروع کریں -

سب سے پہلے جس عهد میں فوجي ملازمت کي بنیاد پڑي وه عبد الملک بن مروان (سنه ٦٥ هجري - تا سنه ٨٦ هجري - مطابق ٦٨٤ع تا ٧٠٥ع) کا عهد حکومت تھا' مگر اس کا موجد حجاج بن یوسف ثقفي کو خیال کیا جاتا هے - یه وه زمانه تھا جبکه اموي حکومت اپني ترقي و اقبال کے بلند ترین زینه تک پهنچ چکي تھي' مسلمانوں کي نهایت کثرت هوگئي تھي' اور لوگ هر قسم کے کار و بار خصوصاً زراعت و تجارت کي جانب زیاده مائل هو چلے تھے -

اگرچه اکثر اهل اسلام نے امیر معاویه کے عهد سلطنت میں جنگي اور فوجي خدمت سے الگ ره کر گوشه نشیني اختیار کرنے یا دیگر مشاغل کیطرف مائل هونیکا قصد کیا تھا - لیکن اس مدبر امیر نے ان سب کو اپني حکمت عملي سے باز رکھا' اور بالکل اپنے قابو میں کرلیا - بے دریغ انعامات اور عطیات کثیره سے وه هر شخص کو اپنا گرویده و مطیع بنالیا کرتے تھے - مگر جب امیر معاویه کے بعد اُن کا بیٹا یزید (سنه ٦٠ هجري تا سنه ٦٤ هجري مطابق ٦٨٠ع تا ٦٨٣ع) اور اوسکے بعد معاویه دوم (سنه ٦٤ هجري تا سنه ٦٤ هجري - مطابق ٦٨٣ع تا ٦٨٣ع) پھر اُسکے بعد مروان بن حکم (سنه ٦٤ هجري تا سنه ٦٥ هجري - مطابق ٦٨٣ع تا ٦٨٤ع) حکمراں هوے - تو چونکه اُن لوگوں میں سے ایک بھي اس ڈھنگ کا آدمي نه تھا که لوگوں کے دل اپني جانب مائل کرتا اور قابو میں رکھه سکتا' یا مسلمانوں کو اپني اطاعت سے منحرف نه هونے دیتا' اسلیے فوجي لوگوں کو آرام طلبي کي جرأت هوتي گئي' اور وه رفته رفته عیش و عشرت میں منهمک و مشغول هوگئے - چنانچه جب عبد الملک بن مروان خلافت کا والي هوا هے' تو اُسوقت بھي فوج و لشکر کي وهي حالت تھي جو اوپر بیان کي گئي - نه تو سپاهي اسکے ساتھه کوچ کرتے تھے اور نه اُسکے مقام کے ساتھه قیام کرتے تھے - عبد الملک نے اِس بے ضابطگي کي شکایت اپنے " صاحب شرطه " (پولیس کمشنر) " روح بن زنباع " سے کي - اُس نے کها که " امیر المومنین ! میري ماتحتي میں ایک شخص هے حجاج بن یوسف - اگر آپ اُسے اپني فوج کا افسر بنادیں تو یقین هے که وه تھوڑے هي عرصه میں سب کو ٹھیک اور سیدھا کردیگا - وه ضرور فوج کو آپکے ساتھه مقیم کرائیگا' اور آپ هي کے همراه کوچ کا حکم دیگا - میرا خیال هے که وه آپ کے لیے نهایت مفید ثابت هوگا " عبد الملک نے اُس کي بات مان لي اور حجاج کو فوج کا افسر بنا دیا - حجاج نهایت تند مزاج اور ظالم شخص تھا' اسلیے کسي سپاهي کو اُسکے حکم سے سرتابي کرنے کا یارا نه تھا - اُسوقت سے فوج برابر خلیفه کے ساتھه کوچ و مقام کرنے لگي -

مگر خود " روح بن زنباع " کے ماتحت پھر بھي اس قاعده کي پابندي نه هوتي تھي - اسکے سپاهي حجاج کے حکم کي ذرا بھي پروا نه کرتے - ایک دن حجاج نے ان لوگوں کو دیکھا که اور تو سب کوچ کرگئے هیں لیکن وه ابھي کھانا کھا رهے هیں - حجاج نے یه حالت دیکھه کر اُن سے دریافت کیا : " تم لوگ امیر المومنین کے ساتھه کوچ کرنے سے کیوں رک گئے ؟ " روح بن زنباع کے ملازموں نے بجاے اسکے که کوئي عذر یا اپني خطا کا اقرار کرتے' حجاج کو مخاطب کرکے جواب دیا : " اے نالائق ! تو بھي گھوڑے سے اُترکر همارے ساتھه کھانا کھالے " حجاج نے انکي یه گستاخي اور سرکشي دیکھکر کها : " افسوس ! ابتو جو کچھه ان کي پاسداري تھي وه بھي جاتي رهي " یه کهه کر اُس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا که ان لوگوں کو کوڑوں سے پیٹ کر تمام فوج میں پھراؤ اور تشهیر کرو - اور روح بن زنباع کے خیموں کو بھي آگ لگا کر جلادو - حجاج کے ماتحتوں نے اس حکم کي فوراً تعمیل کي - جب روح بن زنباع کو واقعه کا علم هوا تو وه روتا پیٹتا عبد الملک بن مروان کي خدمت میں پهنچا اور عرض کیا : " امیر المومنین ! حجاج بن یوسف جو کل تک میري ملازمت میں ایک ادنی خادم کي حیثیت رکھتا تھا' آج اُس نے میرے غلاموں کے کوڑے لگواے' اور میرے خیمے جلوا دیے " عبد الملک نے جھلا کر حجاج کي طلبي کا حکم دیا - حجاج حضور میں پیش هوا تو عبد الملک نے غضب [illegible] اس واقعه کا سبب دریافت کیا :

حجاج : " امیر المؤمنین ! میں نے کیا کیا ؟

عبد الملک : " اگر تونے نہیں کیا تو اور کس نے کیا ؟ "

حجاج : " والله ! اے امیر المومنین !! یہ کام آپ نے کیا !! میرا کوڑا آپکا کوڑا اور میرا ھاتھہ آپکا ھاتھہ ھے - امیر المومنین کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ وہ روح بن زنباع کو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے بدلے دو خیمے عطا فرمادیں' مگر مجھے جو درجہ امیر المومنین نے عطا فرمایا ھے ' اس سے محروم کرنا شان کرم کے خلاف ھوگا "

خلیفہ نے یہ جواب سنا تو مسکرادیا اور روح بن زنباع کو اُسکے ضائع شدہ سامان کا کافی معاوضہ دلواکر حجاج کے منصب میں بھی ترقی کردی - یہ پہلا موقعہ تھا کہ خلیفہ کو حجاج بن یوسف کی کارگذاری اور لیاقت کا علم ھوا ' اور اُسی روز سے وہ اسکی قدر کرنے لگا -

البـــلاغ :

شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی مندرجۂ بالا موضوع پر ایک مسلسل مضمون لکھنا چاھتے ھیں جسکا یہ پہلا نمبر ھے - یہ ٹکڑہ ھم نے شائع کردیا ' لیکن چند امور کی تصریح و تذئیل ضروری ھے :

(۱) آپکا یہ مضمون غالباً جارج زیدان مصری ایڈیٹر الھلال قاھرہ کے مضمون سے ماخوذ ھے ' جو بجنسہ اسی عنوان سے (یعنی " الحرب فی الاسلام " سے) گذشتہ جنگ طرابلس کے زمانے میں شائع ھوا تھا - اگر ایسا نہیں ھے (کیونکہ محض حافظہ کی بنا پر میں کہہ رھا ھوں اور الھلال کے وہ نمبر پیش نظر نہیں ھیں) تو اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ تمام تر اسی کی تصنیفات اور علی الخصوص " تاریخ التمدن الاسلامی " سے ماخوذ ھے - چنانچہ ایک دو موقعوں پر آپنے انکا حوالہ بھی حاشیہ میں دیا تھا - میں نے انھیں کاٹ دیا ' کیونکہ یہ حوالہ مضمون کی توثیق کیلیے کچھہ مفید نہ تھا -

(۲) بلاشبہ جارج زیدان مصری کی تصنیفات نہایت مفید اور پر از معلومات ھیں ' علی الخصوص اسکے وہ حصے جو مستشرقین یورپ کی تحقیقات سے مترجم و مقتبس ھیں' اور براہ راست تحقیقات یورپ کا مطالعہ خالی از دقت نہیں - لیکن آپکو معلوم ھونا چاھیے کہ تاریخ اسلام کی تحقیق و تفتیش کے میدان میں اسکا مرتبہ ایک معمولی درجہ کے حاطب اللیل سے ھم لوگ زیادہ نہیں سمجھتے ' اور استخراج و استنباط مطالب میں تو وہ نہایت ھی کوتاہ نظر ھے - بڑی مصیبت یہ ھے کہ طرز بحث و استدلال و عقائد نظریات تاریخی میں یکقلم مستشرقین و مورخین یورپ کی تقلید کرتا ھے اور اسلیے وہ اپنے تمام مطالعہ و نظر سے صرف یہ کام لیتا ھے کہ جس چیز کو اسکے ائمۂ فرنگ نے اجتہاداً لکھدیا ھے ' اسکے لیے کوئی نہ کوئی شاھد پیدا کرلے - پھر اس راہ میں سخت سخت ٹھوکریں ھیں اور گمراھیاں ' سوء تفہم ھے اور سوء نظر ' غلطی استدلال ھے اور ضلالت استنباط ' جہل مصطلحات علوم ھے اور قلت معلومات فن: ظلمات بعضھا فوق بعض !

تاریخ اسلام کا تمام تر ذخیرۂ اصلی قدماء مورخین ھیں' اور انکی مطبوعہ کتابوں سے وہ بے نصیب بھی نہیں ' لیکن اکثر مقامات میں معلوم ھوتا ھے کہ اس ذخیرہ کے صحیح مطالعہ و نظر سے وہ محروم ھے ' اور واضح سے واضح تصریحات پر بھی اُسکی نظر نہیں پڑتی - پھر بہت سے مقامات ایسے بھی ھیں جہاں فی الحقیقت اسکی عصبیۃ مسیحی نے احقاق حق سے بازرکھا ھے ' اور عمداً واضح ترین تصریحات سے بھی اعراض کر جاتا ھے - یہ حالت افسوس ناک ھو مگر تعجب انگیز نہیں - کیونکہ ھمیں قران حکیم نے بتلایا ھے کہ " تحریف الکلم عن مواضعہ " اور " کتمان حق " اھل کتاب کا قدیم ترین علمی وقومی ورثہ ھے : وان فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون (۲ : ۱۴۱)

جارج زیدان کے متعلق یہ جو کچھہ ظاھر کیا گیا ' تو اسکی بنا صرف یہی نہیں ھے کہ پچھلے دنوں مولانا شبلی مرحوم نے " الانتقاد " لکھکر اسکے بہت سے متعصبانہ فریبوں کی پردہ دری کی تھی' اور وہ اپنی عمر میں پہلی مرتبہ عاجز و درماندہ ھوکر بیٹھہ گیا تھا - کیونکہ الانتقاد کے جزئیات و افراد اعتراضات میں بہت سے اعتراضات ایسے بھی ھیں جنکی نسبت میں مولانا مرحوم سے اتفاق نہیں کرسکتا ' اور ایک حد تک جارج زیدان کو (صرف اتنے دائرہ کے اندر) بے قصور پاتا ھوں - مثلاً بحث کا وہ حصہ جہاں مولانا بنو امیہ اور حجاج وغیرہ کے اُن مظالم سے بھی قطعی انکار کردینے پرمائل ھیں جنکو یعقوبی ' طبری ' دینوری ' اور ابن اثیر وغیرہ صاف صاف لکھہ رھے ھیں ' اور دلیل میں حافظ سیوطی کی تاریخ الخلفاء کو پیش کرتے ھیں جس نے مسلم کی حدیث ائمۂ اثنا عشر کی گنتی پوری کرنے کیلیے یزید اور ولید تک کو (باوجود اقرار فسق و فجور) خلفاء و ائمۂ حقہ میں داخل کر لیا ھے !

بلکہ مصنفات جارج زیدان کے تاریخی نقائص کا میدان اس سے بھی زیادہ وسیع ھے' اور اسکی مسیحی عصبیۃ جاھلیۃ نے بے شمار نئے اصول و فروع وضع کرلیے ھیں - صرف تاریخ التمدن کے اگر حصۂ دوم و پنجم ھی کو پیش نظر رکھہ لیا جاے' تو مسلمانوں کی تمدنی و علمی تاریخ کے اقلاً پچاس ساٹھہ اغلاط گن کر بتلا دیے جاسکتے ھیں -

بہرحال مقصود اصلی یہ ھے کہ آپ لوگ جارج زیدان کی تصنیفات کو کوئی معتمد و مستند چیز نہ سمجھیں ' اور یہ عقیدہ نہ رکھیں کہ اسکی کتابوں کا حوالہ بقید جلد و صفحہ دیدینا کوئی بڑا ھی وسیلۂ توثیق و تصدیق ھے - حوالے سے مقصود تصدیق ھے مگر اس سے اور زیادہ تضعیف ھوجاتی ھے - اصلی چیز خود قدماء کا ذخیرۂ تاریخی ھے اور ھمت کرنی چاھیے کہ براہ راست اسی سے اکتساب مواد کیا جاسکے -

(۳) چنانچہ اس اعتماد و تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپنے مضمون میں جا بجا نہایت اھم غلطیاں پیدا ھوگئیں' اور مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ کا نصف ٹکرہ آپنے بالکل ضائع کردیا -

جارج زیدان کا تمام تر دارو مدار اپنے ائمۂ فرنگ پر ھے ' مستشرقین یورپ مسلمانوں کی ھر تمدنی ترقی کو کسی قدیم متمدن قوم کی تقلید ثابت کرنے کیلیے ھمیشہ بیقرار رھتے ھیں ' اسلیے اس نے بھی مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ میں دو سخت تاریخی فریب ڈالدیے :

(الف) مسلمانوں کا فوجی نظام تمام تر رومی نظام سے ماخوذ تھا -

(ب) چنانچہ اسی لیے جب تک مسلمانوں کو قدیم متمدن قوموں کی تہذیب سے متمتع ھونے کا موقعہ نہیں ملا ' وہ کوئی با قاعدہ نظام قائم نہ کرسکے - تمام عہد خلفاء راشدین اور اوائل عہد بنو امیہ فوجی نظام کی باقاعدگی سے خالی تھا - البتہ جب عبد الملک بن مروان کے عہد میں متمدن اقوام کا اختلاط پوری وسعت کے ساتھہ مسلمانوں کو نصیب ھوا' تو انھوں نے بھی اسکی تقلید کی اور اسی طرح کا ایک نظام قائم کرلیا -

لیکن آپ پر واضح ھونا چاھیے کہ یہ دونوں بیان یکسر غلط ھیں ' اور یا تو انکا مبدء فریب ھے یا جہل شدید - علامۂ بلاذری' ابن سعد ' ابن قتیبہ ' ابو حنیفہ دینوری ' طبری ' یعقوبی ' اور کتب حدیث و آثار کے واضح و مصرح شواھد اسکے خلاف اس کثرت سے موجود ھیں کہ جارج زیدان کی جرأت پر سخت تعجب ھوتا ھے ' اور غالباً کثرت اغلاط و دسائس سے گھبرا کر مولانا شبلی مرحوم نے ان امور کو بالکل نظر انداز کردیا تھا -

میں آیندہ نمبر میں اسکے متعلق چند کلمات لکھونگا -

اسیـــران جنـگ

(١)

یورپ نے جب کبھي اپنے تمدني احسانات کا افسانه دنیا کو سنایا ھے، تو اوسکے با اثر بنانے کیلیے:" اسلام" اور" غلامي" کي داستان پارینه کو بھي ضرور دوھرایا ھے - حالانکه اس آسمان کے نیچے صرف اسلام ھي ایک ایسا لفظ ھے جسکا ساتھه " غلامي " کا لفظ کسي حالت میں بھي جمع نہیں ھوسکتا : والله یعلم انھم لکاذبون !

لیکن اسکے متعلق پہلا سوال یه ھے که کیا اسلام ھي اس بدعت سئیه کا موجد ھے ؟ کیا دنیا کي دوسري مہذب قومیں فاتحانه حوصله مندیوں کے جوش میں گلا کاٹنا جانتي تھیں لیکن گلے میں طوق ڈالنا نہیں جانتي تھیں ؟ دنیا کي قدیم تاریخ اس سوال کا جواب نہایت مایوسانه اور دردناک الفاظ میں دیتي ھے - گذشته قومیں اسیران جنگ کو ایسا مجرم خیال کرتي تھیں جنکي حمایت کوئي قانون نہیں کرسکتا تھا - اور اسلیے عموماً اُنھیں نہایت بیرحمي کے ساتھه ذبح کر دیا جاتا تھا -

چنانچه جنگ کے قیدیوں کے متعلق اشوري، فنیقي، مصري اور یہودي قوموں کا عام طرز عمل یہي تھا ، بلکه انکا دست تطاول کبھي کبھي آزاد رعایا کي شہرگ تک بھي پہونچ جاتا تھا - فرعون نے بنو اسرائیل کے بچوں کو اسي ظالمانه طرز عمل کي بنا پر ذبح کرنا شروع کیا تھا - ایک مدت کے بعد خود غرضي نے اس ظالمانه نظام میں ایک نیا انقلاب پیدا کیا ، یعني قتل کي جگه غلام بنانے کا رواج ھو گیا جو فاتح و مفتوح، دونوں کیلیے قتل سے بہر حال بہتر تھا - سب سے پہلے روما نے اسکي ابتدا کي - ابتداء میں جو سپاھي جس شخص کو گرفتار کرتا ، وھي اوسکا مالک ھوجاتا ، مگر چند دنوں کے بعد سلطنت روما نے اونکي ملکیت اپنے ھي لیے مخصوص کرلي -

لیکن روم نے قرون وسطی میں پھر اسي وحشت قدیم کي تجدید کي ، اور اسیران جنگ کي گردنیں غلامي کے طوق سے نکل کر ته تیغ آ گئیں - ساتھه ھي سلطنت کو اسیران جنگ کے متعلق بیع اور غلامي کا بھي عام اختیار حاصل ھو گیا -

اسکے بعد خود غرضي نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ، یعني فدیه لینے کا رواج پڑا - اسکي بدولت بہت سے جنرل دولت مند ھوگئے - اس اصول کو اس قدر ترقي ھوئي که فدیه کي صورت نے ایک مستقل تجارت کي صورت اختیار کرلي ، اور قیدیوں کے مختلف گروھوں کا خاص خاص نرخ مقرر کیا گیا -

لیکن اخیر زمانه میں بونا پارٹ نے یافه میں دو ھزار قیدیوں کو قتل کرکے قدیم خونیں منظر کو پھر نئے آب و رنگ کے ساتھه دنیا کے سامنے پیش کیا ، اور تہذیب و تمدن کے دربار میں یه عذر کردیا که " یه لوگ پہلي بار رھا کر دیے گئے تھے ، اونھوں نے پھر دوباره جنگ میں شرکت کي ، اور یه خونریزي اسي جرم کا نتیجه ھے " لیکن یه عذر نامقبول ھوا ، اور اس وحشیانه طرز عمل پر عام نکته چیني کیگئي - اسکے بعد رحمدلي کے جذبات نے رفته رفته اسقدر ترقي کي که قیدیوں کي جلا وطني بھي تہذیب کے خلاف سمجھي گئي - یہاں تک که جب روس نے فرنچ قیدیوں کو سائبیریا کي طرف جلا وطن کردیا تو اوس پر بھي سخت اعتراضات کیے گئے -

لیکن قدیم علماے سیاست میں اب بھي یه امر مختلف فیه رھا که اسیران جنگ کے ساتھه اس قسم کا وحشیانه سلوک جائز ھو سکتا ھے یا نہیں ؟ اب اگرچه بہت سے بحث و مباحثه کے بعد یه اختلافات مٹ گئے ھیں، اور زمانه حال کے مقننین نے یه متفقه فتوی دیدیا ھے که " اسیران جنگ کو ایک محدود زمانے تک کیلیے اگرچه شرکت جنگ کے خوف سے قید رکھا جاسکتا ھے ، لیکن اونکو بیچنا ، قتل کرنا ، غلام بنانا ، کسي قسم کا ضرر پہونچانا ، کسي حال میں بھي جائز نہیں " تاھم یه مسئله اب بھي مختلف فیه ھے که اگر خود قیدي فوج کے کسي سپاھي یا جنرل کو کوئي ضرر پہونچاے، یا اوسکو حراست میں رکھنا ناممکن ھوجاے، تو ایسي حالت میں اوسکا قتل جائز ھے یا نہیں ؟ بلونٹسکي اور ھافتر نے جواز کا فتوی دیدیا ھے ، لیکن عموماً ارباب سیاست کي راے یه ھے که " اس حالت میں بھي قیدي کو قتل کرنا ناجائز ھے - اگر کوئي جنرل کسي شہر یا کسي گاؤں کو اپنے قبضه میں نہیں رکھه سکتا تو اسکے جلانے یا برباد کرنے کا حق اسے حاصل نہیں ھوجاتا ، پھر جان تو اینٹ پتھر کے ڈھیر سے زیاده بیش قیمت اور عزیز ھے - پس صرف اس عذر کي بنا پر که قیدي قابو میں نہیں رھتا، اوسکا قتل کسیطرح جائز نہیں ھو سکتا "

عام قیدیوں کے متعلق موجوده قانون جنگ نے یه فیاضانه وسعت حاصل کي ھے - لیکن جب وزراء اور سلاطین و امراء دشمن کے ھاتھه آجاتے ھیں، اور وه بھي قیدیان جنگ میں محسوب ھوتے ھیں، تو اُسکي فیاضي کا دائره اور وسیع ھو جاتا ھے، اور انکے ساتھه عام قیدیوں کي طرح برتاؤ نہیں کیا جاسکتا - چنانچه عموماً تمام سلطنتوں نے ان کے حفظ مراتب کا لحاظ رکھا ھے - جرمني کي فوجوں نے جب سیدان میں نپولین ثالث شاه فرانس کو گرفتار کیا تو اوسکے ساتھه نہایت شریفانه سلوک کیا تھا ، اور اسکے رھنے کیلیے خاص ایک محل خالي کردیا تھا - روس نے بھي امیر شامل چرکسي کي عزت و توقیر کو قائم رکھا تھا ، اور انگریزوں نے اگرچه جزیرۂ ھیلانا میں نپولین کے ساتھه اچھا برتاؤ نہیں کیا ، لیکن بوئروں کے سردار اور ٹرانسوال کے جنرل کرونجي کے ساتھه حالت قید میں وه بھي نہایت عزت و احترام کے ساتھه پیش آے تھے -

لیکن تمدن و تہذیب کي وسعت کے ساتھه جنگ کي خونیں چادر کا دامن بھي وسیع ھوتا گیا ، اور اسکے تمام نتائج کي ترقي کے ساتھه قیدیوں کي تعداد میں بھي غیر معمولي اضافه ھو گیا - چنانچه پہلي جنگ جرمني و فرانس میں صرف فرانسیسي قیدیوں کي تعداد تین لاکھه پینتالیس ھزار تک پہونچ گئي تھي ، جن میں

١١١٢ افسر بھي شامل تھے - اس بناپر اسيران جنگ کے متعلق ايک خاص قانون بنانے کي ضرورت محسوس ہوئي -

اب وہ قانون بنکر مکمل صورت ميں دنيا کے سامنے آگيا ھے ' اور کہا جاتا ھے کہ تمام مہذب سلطنتيں اوسپر عمل کر رھي ھين - اسيران جنگ کے متعلق اسلام کا جو طرز عمل تھا ' اوس پر نظر ڈالنے سے پہلے اس قانون پر نگاہ ڈال ليني چاھيے -

(موجودہ قانون اسيران جنگ)

اس قانون کے نتائج و دفعات حسب ذيل ھيں :

(١) اسيران جنگ کي آزادي کو صرف اسقدر محدود کيا جا سکتا ھے کہ وہ اپني فوج ميں نہ جاسکيں - اسکے علاوہ نہ تو اونکو کوئي سزا ديجاسکتي ھے ' نہ اونکي توھين کي جاسکتي ھے ' اور نہ اونپر آب و دانہ بند کيا جاسکتا ھے -

(٢) قيدي کو فاتح کے فوجي نظام کا پابند ھونا پڑيگا - اگر اوس نے خلاف ورزي کي تو فوجي عدالت سزا ديسکيگي -

(٣) قيديوں کے اسباب سے کسي قسم کا تعرض نہيں کيا جاسکتا ھے ' نہ اونکے بدن کا کپڑا اوتارا جاسکتا ھے ' نہ اونکي جيب سے کوئي رقم نکالي جاسکتي ھے ' اور نہ اونکے زيوروں کو ھاتھہ لگايا جاسکتا ھے - بوقت اشد ضرورت کے اگر اس پر عمل نا ممکن ھو جاے تو اس حالت ميں بھي ضرور ھے کہ واپسي کے وقت ان چيزوں کو لازمي طور پر واپس کرديا جاے جو انسے عليحدہ کي گئي ھيں - ليکن حسن سلوک کے طور پر عموماً افسروں کو تلوار واپس کر ديديجاتي ھے ' اور اب اسکا عام رواج ھو گيا ھے -

(۴) قيدي عموماً کسي محفوظ شہر يا قلعہ يا چھاوني ميں رکھے جاتے ھيں - اونکے ليے ايک محدود مقام متعين کرديا جاتا ھے - اوس ميں سير و تفريح کي بھي اجازت دي جاسکتي ھے - ليکن گنتي کے وقت فوراً حاضر ھو جانا چاھيے -

(٥) افسروں کو عام قيديوں سے زيادہ آزادي دي جاتي ھے - قيدي کو بھاگ جانے کے خوف سے يا قانون جنگ کي خلاف ورزي کرنے پر جيلخانے ميں بھي قيد کيا جا سکتا ھے ' ليکن اونکو مجرموں سے علحدہ رکھا جائيگا -

(٦) اگر متخاصمين ميں شرائط مقرر ھوگئے ھيں تو اونکے مطابق کھانے پينے کے بارے ميں قيديوں کے ساتھہ عمدہ سلوک کيا جائيگا ' ليکن اگر اس قسم کے شرائط مقرر نہيں ھوے ھيں تو جو خوراک فاتح کي فوج کو ملتي ھے ' وھي قيديوں کو بھي ديجائيگي ' اور صلح و مبادلہ کے وقت تک مصارف کا بار فاتح ھي کے خزانے پر ھوگا -

(٧) ديانت اور شرافت کا اقتضا يہ کہ قيدي کو اپنے ملک و قوم کے خلاف شريک جنگ ھونے پر اور اپني فوج يا اپنے وطن کے افشاء راز کرنے پر مجبور نہ کيا جاے - البتہ قيديوں سے اس قسم کے آسان کام ليے جاسکتے ھيں جو سخت تکليف دہ ' اور پر خطر نہوں ' اور جنگ سے غير متعلق ھوں ' نيز فوجي عزت کو اون سے صدمہ نہ پہونچے -

(٨) قيديوں کا بھاگ جانا کوئي جرم نہيں ھے ' البتہ اونکے گرفتار کرنے کي ھر ممکن تدبير اختيار کي جاسکتي ھے - يہاں تک کہ حالت فرار ميں گولي بھي مار دي جاسکتي ھے - ليکن اگر وہ بھاگ کر اپني فوج سے مل گيا اور دوبارہ گرفتار ھوگيا ' تو اس جرم پر کہ پہلے بھاگ گيا تھا ' کوئي مزيد سزا نہيں دي جاسکتي - البتہ اب اسکي نگراني سختي کے ساتھہ کي جائيگي -

ليکن اگر تمام قيدي بھاگنے کي سازش کرليں اور اسکا راز طشت ازبام ھوجاے ' تو پھر اونکو ھر قسم کي سخت سزا يہاں تک کہ پھانسي بھي ديجاسکتي ھے -

(٩) کوئي قيدي دوسرے قيدي کا ذمہ دار نہيں ھوسکتا ' اسليے اگر کوئي قيدي بھاگ جاے تو اوسکے دوسرے ساتھيوں سے باز پرس نہيں کي جاسکتي -

(١٠) اگر قيدي عدم شرکت جنگ کا حتمي وعدہ کرليں تو اونکو اثناے جنگ ميں بھي رہا کيا جاسکتا ھے اور وہ اپنے وطن واپس جاکر دوسرے سياسي مشاغل ميں مصروف ھوسکتے ھيں ' نيز دوسرے ملکوں سے جنگ بھي کرسکتے ھيں ' بشرطيکہ وہ ملک اوس سلطنت کا حليف نہو جس نے اونکو رہا کيا ھے -

ليکن اگر قيديوں نے بد عہدي کي تو اس جرم ميں پھانسي تک ديجاسکتي ھے - قيدي جس حکومت کي رعايا ھيں ' اگر وہ فوج کے اخلاقي حقوق کا بھي لحاظ رکھتي ھے ' تو اونہيں خدمت فوجي سے مستثنی کرديگي ' اور اگر اوسکا قانون اسقدر فياض نہيں ھے ' تو قيديوں کو وظائف عسکري سے انکار کرنے پر سزا ديسکتي ھے - بااين ھمہ اخلاقي حيثيت سے ايسا نہيں کرنا چاھيے - ولايات متحدہ امريکہ نے اس مسئلہ ميں دوسرا طرز عمل اختيار کيا ھے ' يعنے اگر وہ قيديوں کے قول و قرار کا احترام نہيں کرسکتي ' تو انہيں قيدي بناکر اوس حکومت کے پاس واپس کرديتي ھے جس نے اونکو رہا کيا ھے - اگر اوس نے قيدي بنانے سے انکار کرديا تو پھر ان پر اس معاھدہ کي پابندي باقي نہيں رھتي -

(١١) قيديوں کے مبادلہ سے قيد کي پابندياں اوٹھہ جاتي ھيں ' اور قيدي بالکل آزاد ھوجاتے ھيں - مبادلہ بالکل اختياري ھے ' اور رہا شدہ قيديوں کے متعلق بہ صراحت طے کرلينا چاھيے کہ وہ دوبارہ فوج ميں شامل ھوسکينگے يا نہيں ؟

مبادلہ ميں قيديوں کے مدارج کا لحاظ رکھنا پڑتا ھے - افسر کا افسر کے بدلے ميں ' زخمي کا زخمي کے بدلے ميں ' مريض کا مريض کے بدلے ميں ' مبادلہ کيا جاتا ھے - نيز ايک افسر کا مبادلہ متعدد چھوٹے درجے کے سپاھيوں کے عوض کيا جا سکتا ھے -

(١٢) اختتام جنگ کے ساتھہ ھي قيد کي مدت بھي ختم ھوجاتي ھے ' اور تاوان جنگ يا کسي دوسرے مال کے معاوضے ميں قيدي رہا کرديے جاتے ھيں - (از تاريخ علم الحقوق مصطفی رشيد پاشا)

گــريٹ يــوروپين وار ميپ

اڈيــٹــر الـھـــلال کي راے

عام تعليم کے فقدان کيوجہ سے جغرافيہ و تقويم بلدان کي واقفيت عام اردو خوان پبلک کو بہت کم ھے ' اور اسليے واقعات عالم کے اخبار و حالات کو وہ پوري صحت کے ساتھہ سمجھہ نہيں سکتے - علی الخصوص موجودہ عالمگير جنگ کي خبروںکا صحيح اندازہ تو بغير اسکے ممکن ھي نہيں کہ يورپ ' ايشيا ' اور افريقہ کے تمام بحر و بر اور انکے حدود و علائق پيش نظر ھوں - اس بنا پر منشي محبوب حسين صاحب کي جانفشاني قابل داد ھے کہ اونھوں نے ايک نہايت عمدہ اور مکمل نقشہ اردو انگريزي ميں مرتب کيا ھے ' اور اسمين پوري احتياط و پابندي اصول نقشہ نويسي سے کام ليا ھے - نہ صرف عوام بلکہ خواص کيليے بھي ضروري ھے کہ اس نقشہ کي ايک ايک کاپي ضرور ليں اور اپنی سامنے لٹکا ديں - موجودہ جنگ دنيا ميں جو انقلاب کر رھي ھے اسکے اجمال کي يہ نہايت عمدہ شرح ھے قيمت بغير رنگ ۴ آنہ - رنگين ٨ - آنہ فولڈينگ - خوبصورت مجلد کتاب کي شکل ايک روپيہ - مونٹڈ يعني کپڑا اور رول سے مکمل روغندار روپيہ چار آنہ -

ملــنے کا پــتہ : منيجر - ايم - حسن برادرس - نمبر ۱ نواب عبد اللطيف لين - کــلــکــتہ

رینلڈ کی مسٹریز اف دی کورٹ ف لنڈ

میں دیجاتی ہے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - یہ کتاب ہے جسمیں سنہری حرف کی جلادت ہے اور ۴۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وی - پی اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سری گوپال ملک لین - بو بازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

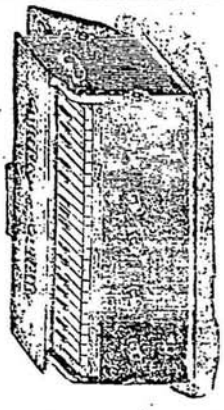

ہمارا سائنس فکس فورٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں کوسان لکڑی سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھی پوری قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک مدہ اعادے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک مرتبہ منگوا کر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کوئی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک وجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھڑی اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈگی انعام دیا جائیگا - ہندی ہارمونیم سکھشا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

مستورات کے جسمیں اوسطم کے امرض کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور آسودہ زندگانی حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سوام صاحب کا اوبھرالن استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہو - ڈاکٹر ام - سی - ڈنجنکا راؤ ایل اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامنر مدراس فرماتے ہیں - "میںنے اوبھرالن کو امراض مستورات کیلیے "نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جی - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سی - پی ایلڈ اس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی ہیں :- "نمونے اب شیشیاں اوبھرالن کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا" -

مس ایم - جی - ایم - براڈلی ام - ڈی (برن) بی - ایس - سی - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکار ذی بنگلور فرماتی ہیں : "اوبھرالن مسارکہ میںنے استعمال کیا ہے" رندہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے"

قیمت فی بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگی آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

Imperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

یوہن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا یہ دوا دماغی ضعف کو دفع کرتی ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتی ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جو کہ یکساں مرد اور عورت استعمال کرسکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتی ہے - ہسٹریا وغیرہ کو بھی مفید ہے - لیس کو لوگکی اس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باہ ایکدم رفع ہو جاتی ہے اس کے استعمال کرتے ہی آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کی افزایش - رگوں کی تازگی - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

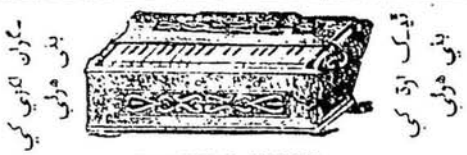

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سی - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسمانی و زندگی کا بیمہ کتاب قانون عیاشی - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahay's Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا ہے کہ جسکی وجہ سے انسان اپنی قدرتی قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا ان کھوئی ہوئی قوت کو پھر پیدا کر دیتی ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہی عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا ذمہ - کھانسی کے لیے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی ہو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتی جنون' مرگی والا جنون' غمگین رہنے کا جنون' عقل میں فتور' بے خوابی وغیرہ وغیرہ دفع ہوتی ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہوجاتا ہے کہ کبھی ویسا گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشی پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

البيان

في

مقاصد القران

هـذا بـيـان لـلـنـاس ، و هـدى و موعظة للمتقين (٣ : ٣٣)

يعني قرآن حكيم كي مفصل تفسير ، اثر خامه اڈيٹر الهلال

اس تفسير كے متعلق صرف اسقدر ظاهر كرديناكافي هے كه قرآن حكيم كے حقائق و معارف اور اسكي محيط الكل معلمانه دعوة كا موجوده دور جس قلم كے فيضان سے پيدا هوا هے ، يه اسي قلم سے نكلي هوئي مفصل اور مكمل تفسير القرن هے !

يه تفسير موزوں كتابي تقطيع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهينے كے وسط ميں اسكے كم سے كم ٦٤ اور زياده سے زياده ١٠٠ صفحے اعلى درجه كے سار و سامان طباعة كے ساتهه شائع هوتے رهينگے - اس سلسلے كا پهلا نمبر جسميں نصف حصه مقدمهٔ تفسير اور نصف سورهٔ فاتحه كي تفسير كا هوگا ، انشاء الله ١٥ - صفر كو شائع هوجائيگا - قيمت سالانه ١٤ - صفر تك چار روپيه - بعد كو پانچ - روپيه -

اڈيٹر الهلال كي راے

ميں هميشه كلكته كے يوروپين فرم " جينس مورے " كے يهاں سے عينك ليتا تها - اس مرتبه مجهے ضرورت هوئي تو ميسرز ايم - ان - احمد - اينڈ سنز (نمبر ١-١٥ رپن اسٹريٹ كلكته) سے كئي مختلف قسم كي عينكيں خريد كيں ' اور ميں اعتراف كرتا هوں كه وه هر طرح بهتر اور عمده هيں ' اور يوروپين كارخانوں سے مستغني كرديتي هے - مزيد براں مقابلتا قيمت بهي ارزاں هيں - كام بهي جلد اور وعده كے مطابق هوتا هے -

آپكو واجبي قيمت پر هر قسم كي اصلي پتهر كي عينك مضبوط صحيح وقت دينے والي گهڑيونكي ضرورت هو تو ان ميں سے ايك منگواكر آزمايش كريں - رعايتي قيمت وغيره كي لا ئچ ميں پڑكر دهوكا نه كهاليں -

١ - انگلا واچ بالي خوشنما مضبوط و صحيح وقت كي گارنٹي ٣ سال مع محصول ٥ روپيه -

٢ - ڈبل كيس خوبصورت و مضبوط وقت كي سچي گارنٹي ٣ سال مع محصول ٦ روپيه -

٣ - چاندي كي ڈبل كيس مثل كورالييزر كے وقت كي سچي گارنٹي ٣ سال مع محصول ١٠ روپيه -

٤ - نكل كيس و ميگا واچ نهايت پائدار و وقت كي نهايت سچي گارنٹي ٥ سال مع محصول ١٧ روپيه -

٥ - نيو رسٹ واچ هاتهه كي زيب دينے والي مع تسمه گارنٹي چار سال مع محصول ١٥ - روپيه سے ٢٢ - روپيه تك -

صرف اپني عمر و دور و نزديك كي بينائي كي كيفيت تحرير فرمانے پر همارے لايق و تجربه كار ڈاكٹرونكي تجويز سے اصلي پتهر كي عينك بذريعه وي - پي كے ارسال خدمت كي جائيگي - اسپر بهي اگر آپ كے موافق نه آے تو بلا اجرت بدل ديجائيگي -

عينك نكل كماني مع اصلي پتهر كے قيمت ٥ روپيه سے آٹهه روپيه تك -

عينك رولڈ گولڈ كماني مع اصلي پتهر كے قيمت دس روپيه سے پندره روپيه تك - محصول ڈاك وغيره ٦ - آنه -

دو نظر (يعني نزديك و دور ديكهنے) كي عينك قيمت بالا نرخوں سے ٥ روپيه زياده -

ايم - ان - احمد اينڈ سنز تاجران عينك و گهڑي نمبر ١ - ١٥ رپن اسٹريٹ ڈاكخانه ويلسلي كلكته

جسكا درد وهي جانتا هے ، دوسرا كيونكر جان سكتا هے

يه سخت سردي كے موسم ميں تندرست انسان كا جان بلب هو رها هے - سردي هٹانے كيليے كتنے بندوبست كيے جاتے هيں - ليكن افسوس بدقسمتي سے دمه كے مريض نا قابل برداشت تكليف دمه سے پريشان هوتے هيں ' اور رات و دن سانس پهولنے كيوجه سے دم نكلے جاتے هيں ' اور نيند تك حرام هو جاتي هے - ديكهيے ! آج اوسكو كسقدر تكليف هے - ليكن افسوس هے كه اس لا علاج مرض كي بازاري دوا زياده تر نشيلي اشياء اور دهتوره ' بهنگ ' بلا ڈونا ' پوٹاس ' ايے او دالڈ ' ديكر بنتي هے - اسليے فائده هونا تو دركنار مريض بے موت مارا جاتا هے - ڈاكٹر برمن كي كيميائي اصول سے بني هوئي دمه كي دوا انمول جوهر هے - يه صرف هماري هي بات نهيں هے بلكه هزاروں مريض اس مرض سے شفاء پاكر مداح هيں - آپنے بهت خرچ كيا هوگا - ليكن ايك مرتبه اسے بهي آزمائيے - اسميں نقصان نهيں - قيمت ايك روپيه چار آنه في شيشي - محصول ڈاك ٥ آنه - اس دوا كي دو خاص فوائد هيں - (١) ايك خوراك ميں دمه دبتا هے - (٢) اور كچهه روز كے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا هے اور هميشه استعمال ميں زهر نقصان نهيں هوتا هے -

ڈاكٹر ايس [illegible]